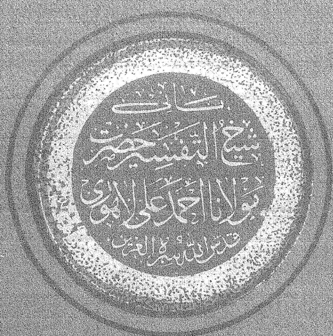




خدام الدین کا مقصد اشاعت

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ صرف دین کی اشاعت کے لیے "خدام الدین" کو شائع کرنے کی توفیق دی ہے۔ یہ خدام الدین لندن، انڈونیشیا، رنگون، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ وغیرہ بھی جاتا ہے لوگ رسالے، اخبار وغیرہ ذریعہ معاش کیلئے نکالتے ہیں لیکن اس رسالے کی کمائی میرے اور میری اولاد کے لیے بالکل حرام ہے اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کیلئے یہ رسالہ چھپتا ہے۔

ملفوظات حضرت لاہوری رح

درسِ حدیث

حضرت العلام نور الحسن صاحب

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا جَلَسَ اَحَدُکُمْ بَیْنَ شُعَبِھَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَھَدَ ھَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَاِنْ لَّمْ یُنْزِلْ (متفق علیہ)

برادرانِ ملت! آپ گزشتہ ہفتے وضو اور طہارت کے مسائل سماعت فرما چکے ہیں۔ اب حضورؐ کے جو ارشادات اور اقوال ذکر ہوں گے ان کا عنوان ہے الغسل۔ غسل کے معنی ہیں نہانے کے۔ آپ سماعت فرما چکے کہ زندگی کی ہر شاخ میں اسلام کی رہنمائی موجود ہے۔ اسلام کی رہنمائی کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں قدم رکھنے کے لیے اسلام نے یہ تجویز نہ کیا ہو کہ اس طور پر اگر قدم رکھو گے تو صحیح ہوگا اور اس طور پر رکھو گے تو غلط ہوگا۔

اب آپ غور فرمائیں، کہ وضو کا مسئلہ ہو یا نہانے کا۔ میں نہاؤں، آپ نہائیں یا کوئی اور۔ نہانے کا مسئلہ بھی کیا اہمیت رکھتا ہے لیکن آپ حضورؐ کے اقوال و ارشادات سے اندازہ لگائیں گے کہ نہانے کا بھی ایک اسلامی طریق ہے اگر کوئی شخص اسلامی طریق سے نہیں نہاتا تو پاک شاید وقتی طور پر ہو جائے۔ چونکہ پانی جو اوپر بہایا ہے لیکن اس کو اسلامی طریق سے نہانا تو نہیں کہا جائے گا۔

آج کی وہ حدیث جس سے درس کا آغاز ہوتا ہے اس کے راوی ابوہریرہؓ ہیں اس حدیث میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ میاں بیوی جب مجامعت کرتے ہیں تو میاں بیوی پر غسل کب واجب ہوتا ہے آیا میاں کے ستر کے بیوی کے ستر کے اندر چلے جانے کے بعد غسل واجب ہوتا ہے یا انزال کے بعد ہوتا ہے؟ — بعض احادیث میں آیا ہے جیسا کہ آج کی حدیث میں ہے۔ انّما الماءُ من الماءِ۔ کہ پانی جو ہے پانی سے ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ جب میاں بیوی کو انزال ہو جائے تو پھر غسل کیا جا سکتا ہے پانی کا استعمال کر سکتا ہے۔ انزال نہ ہو تو پھر پانی کی ضرورت نہیں۔

یہ حدیث جو آپ کے سامنے ہے اس میں ذکر ہے کہ جب مرد کا ستر عورت کے ستر میں چلا جائے تو خواہ انزال ہو یا نہ ہو غسل واجب ہے۔ یہی بات درست ہے۔ اگر میاں بیوی نے ہم بستری کی اور غیوبتِ حشفہ ہوا تو انزال نہ بھی ہو غسل واجب ہو جاتا ہے اور یہ جو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر پانی دیکھو، پانی آ جائے تو پھر پانی کو استعمال کرو۔ ایک تو یہ مطلب کہ ابتدائے اسلام میں سہولت کے طور پر تھا کہ اگر مجامعت کی، انزال ہوا تو غسل کر لو اور انزال نہیں ہوا تو دھو لو۔ اس کے بعد یہ سختی برتی گئی کہ مرد کے ستر عورت کے ستر میں چلے جانے سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے یہ جو فرمایا ہے کہ انّما الماء من الماءِ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص سوتے میں دیکھتا ہے کہ غسل واجب ہو جاتا ہے تو غسل اس وقت واجب ہوگا جب وہ جاگنے کے بعد تری بھی دیکھے۔ اگر پانی یا تری نہیں دیکھتا تو غسل واجب نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خواب سے بیدار ہو کر تری دیکھے تو پانی استعمال کرے ورنہ نہیں۔ اب

باقی صفحہ ۳۱ پر



جلد ۲۳ — شمارہ ۴۹

۳۰ رجب ۹۸ھ
۷ر جولائی ۷۸ء

اداریہ

جناب جنرل!

ہم آپ سے مخاطب ہیں

آپ ۵ر جولائی ۷۷ء کی رات سابق وزیرِ اعظم بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ کر برسرِ اقتدار آئے اور آپ نے آتے ہی یہ تاثر دیا کہ میرا آنا بہت تھوڑے دنوں کے لیے ہے اور میں انتخاب کروا کر اقتدار قوم کے منتخب نمائندوں کے سپرد کر کے واپس بیرک میں چلا جاؤں گا۔

محترم آپ نے اسلامی نظام کے لیے جتنی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا وہ کم از کم پاکستان میں واحد مثال تھی۔ لیکن اب جب کہ آپ کی حکومت کو ایک سال کا عرصہ بیت چکا ہے تو ہم بڑی دیانت داری سے یہ گذارش کریں گے کہ قوم کی توقعات نقش برآب ثابت ہو رہی ہیں۔ قوم مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے اور اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ وہ کیا کرے اور کدھر جائے؟

اخلاقی بگاڑ اور تنزّل کی جو کیفیت ہے۔ اس سے ہر وہ باشعور انسان واقف ہے جو آئے دن قتل و غارت گری، ڈکیتی، اغوا جیسے سنگین جرائم دیکھتا ہے۔ اخلاقیات کا جنازہ نکل چکا ہے۔ معاشی طور پر قوم انتہائی مشکل صورتحال سے دوچار ہے۔ رہ گیا اسلام تو وہ سرِبازار اپنے نام لیواؤں اور عقیدتمندوں کی سرد مہری، بے عملی اور تضاد بیانی کا رونا رو رہا ہے۔

آپ نے گذشتہ دنوں کی اپنی طویل تقریر میں بہت کچھ فرمایا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ سب کچھ قوم کو اور زیادہ مایوس کرنے کے مترادف تھا۔

آپ نے حکومت کے سلسلہ میں پیش کردہ مختلف سکیموں کو یک قلم منسوخ کر کے اپنی مرضی سے "باصلاحیّت افراد" پر مشتمل حکومت بنانے کا اعلان کیا اور ارشاد فرمایا کہ ۵ر جولائی تک (اپنی حکومت کی پہلی سالگرہ) یہ کام ہو جائے گا۔ جو حضرات مرکز و صوبہ

اس شمارے میں

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبید اللہ انور
مدیر: میاں محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
معاون: صالح محمد حضروی

سالانہ ۶۰ روپیہ ششماہی -/۳۰
سہ ماہی -/۱۵ فی پرچہ ۱/۵۰

پبلشر مولانا عبید اللہ انور - پرنٹر الٰہی بخش - مطبع کاسمو پرنٹرز ۴۹۰ موری گیٹ لاہور

میں بحیثیت وزیر شامل ہوں گے ان کے متعلق حتمی طور پر تو اس تاریخ کے بعد ہی کچھ کہا جا سکے گا۔ لیکن جہاں تک اخباری قیاس آرائیوں کا تعلق ہے ان کے پیش نظر اس طبقہ کا ایک بار پھر قوم کی گردن پر مسلط ہوتا نظر آ رہا ہے، یہ نام جو سامنے آ رہے ہیں، ان کا ماضی و حال کوئی ڈھکا چھپا نہیں اور یہ اس بدقسمت قوم کے ساتھ اتنی زیادتی ہوگی جس کا اندازہ شاید ابھی آپ کو نہیں ہو رہا۔

آپ مقتدر ہونے کی حیثیت میں سیاست دانوں کو موردِ الزام ٹھہرا سکتے ہیں۔ اور فرما سکتے ہیں کہ یہ سب کچھ ان کی وجہ سے ہوا۔ یہ لوگ میرے ساتھ تعاون نہیں کرتے؟ کیا کوئی باضمیر خوددار اور غیرت مند سیاست دان یونہی آنکھیں بند کرکے وزارت میں شامل ہو سکتا ہے؟

آخر وزارت تو ایک بوجھ ہے اللہ اور قوم کی طرف سے ایک امانت ہے۔ ان لوگوں کے پیش نظر اگر خالی منفعت ہوتی تو یہ بھی جانے پہچانے چہروں کی طرح دوڑ کر شامل وزارت ہو جاتے۔ لیکن ہاتھ کی پانچ انگلیاں برابر تو نہیں؟ آج قوم اندھیرے میں ہے اسے معلوم نہیں کہ آپ نے کیا کہا اور سیاست دانوں نے کیا کہا؟ آپ نے یکطرفہ طور پر اپنی بات تو کہہ ڈالی، لیکن سیاسی سرگرمیوں کے دور میں جبکہ یہ لوگ باضابطہ پریس کانفرنس نہیں کر سکتے، جلسہ نہیں کر سکتے۔ ریڈیو، ٹی۔وی سے اپنی بات قوم کو نہیں بتلا سکتے، انہیں مطعون کرنا کیسے صحیح ہے؟ آپ انہیں بھی موقعہ دیں۔ ان کی شرائط قوم کے سامنے لائیں، مباحثات کا سلسلہ جاری کرائیں تاکہ قوم کو علم ہو سکے کہ ہمارے ساتھ کیا ہوا اور کس نے کیا؟

جنرل صاحب محترم! آپ کی بنائی ہوئی اسلامی مشاورتی کونسل کی کارکردگی کیا ہے، جس پر قوم مطمئن ہو سکے، کیا اب بھی ایوب و یحیٰی اور بھٹو کے دور کی طرح یہ کونسل نمائش کے لیے رہے گی؟ یا کچھ کرکے بھی دکھائے گی؟

محترم! ہمارے ہاں جس طرح تعزیر و سزا کا سلسلہ جاری ہے اس سے فائدہ کے بجائے نقصان کا احتمال قوی ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ آزادیوں کے عنوان سے ہر کسی کو کھل کھیلنے کی اجازت ہے، قوم کی سیرت کی تعمیر اس کی اخلاقی کیفیت کی اصلاح اور تعلیمی نظام کو صحیح لائن پر لانا از بس ضروری ہے ورنہ جیسا کہ آپ نے خود فرمایا کہ محض تعزیر و سزا اسلام نہیں، اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور نظام العمل ہے۔ وہ قوم کی اقتصادی و معاشرتی اصلاح کا زبردست علمبردار ہے، وہ تطہیر فکر و عمل پر سب سے پہلے زور دیتا ہے، لیکن معاف کیجئے اس سلسلہ میں کیا پیش رفت ہوئی؟

جنرل صاحب محترم! وقت کی رفتار بہت تیز ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی کے دور میں چیونٹی کی رفتار چلنے والی قومیں بسا اوقات اپنا وجود تک کھو بیٹھتی ہیں۔ آج زبانی جوش و جذبہ کے ساتھ جوشِ عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ کے ارد گرد ایسے لوگوں کا گھیرا ہے جن کا ماضی و حال اسلام و قوم کے معاملہ میں قطعاً مخلصانہ نہیں۔ اس لیے آپ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے الفاظ میں سیاست، دیانت اور جرأت کا مظاہرہ کرکے کام کی نیو اٹھائیں اور سیاستدانوں کے احتساب کے ساتھ ساتھ اپنا احتساب کریں، اپنی ٹیم کا احتساب کریں، اپنے کارندوں کا احتساب کریں۔ کیونکہ اپنا احتساب کرنے والے یقیناً منزل حاصل کر لیتے ہیں۔

اور ہاں ہم آپ کے بجٹ کے متعلق بھی کچھ گذارشات کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا یہ بجٹ مفتی محمود کے الفاظ میں نہ عوامی ہے نہ اسلامی! پنڈی کے تاجروں کے الفاظ میں یہ نوکر شاہی اور سرمایہ داروں کا بجٹ ہے۔ لاہور کے بعض ماہرین کے الفاظ میں اس کا تمام تر بوجھ مڈل کلاس لوگوں پر پڑے گا۔

جنرل صاحب ہم حیران ہیں کہ آپ نے بناسپتی گھی اور بجلی جیسی بنیادی ضروریات پر کس طرح ٹیکس لگا دیئے۔

وہ نوکر شاہی جسکی گھٹی میں رشوت پڑ چکی ہے، جس کے لیے لقمۂ حلال الا ماشاء اللہ کا نکلنا مشکل ہے۔ اس پر انحصار کرکے آپ نے بجٹ کے اعداد و شمار بتلا دیئے۔

کروڑوں کا خسارہ اور کروڑوں کے ٹیکس ! آپ سادگی کی بات کرتے ہیں لیکن سادگی کیسے آئے گی جب تک بالائی لوگوں کی اصلاح نہیں ہوگی سادگی نہیں آئے گی۔ لمبی لمبی کاریں، ائرکنڈیشن، ریفریجریٹر اور ٹی وی و سامان تعیش کی بھرمار قرض کے بوجھ تلے دبی ہوئی قوم کے لیے کسی طرح صحیح نہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس ملک کی قسمت سرمایہ دار طبقہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی طبقہ جو روزِ اول سے انسانی اقدار و اخلاق کی بربادی کا ذریعہ بنا ہوا ہے جس نے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کی جس نے غریب مسلمانوں کا مذاق اڑایا جس نے محلات بنائے اور جس نے شراب و کباب میں اپنی زندگی گذار دی۔

ہم یہ کیوں نہ سمجھیں کہ یہ طبقہ اب بھی ہماری گردن پر مسلط ہے کہ آپ نے پچھلے دنوں اسی طبقہ کے نمائندوں کو بالعموم بلا کر مشورے کئے اور یا پھر ان بے ضمیر و بے لگام صحافیوں کو بلایا جن کا کردار اور جن کی صحافت کا اس ملک کی تباہی میں بہت بڑا ہاتھ ہے۔

ہم آپ سے استدعا کریں گے کہ خدارا رُک جائیے۔ بصیرت ایمانی کے ساتھ اچھے لوگوں کی تلاش کیجئے انہیں اپنے ساتھ ملائیے اور ملک و قوم کی گاڑی کو صحیح رُخ پر لے جائیے۔

آج وقت کی سب سے بڑی ضرورت خود احتسابی ہے ہم نے کسی منفی جذبے کے تحت نہیں بلکہ مثبت طریق سے تنقید کی ہے کہ ہمارا مقصد صحیح اور نیک ہے۔

آخر میں ہم آپ کی تقریر میں سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر کا مکمل متن پڑھنے اور اس کی طرف بھرپور توجہ دلانے پر آپ کو مبارک دیتے ہیں لیکن یہ گذارش کرتے ہیں کہ اب جب کہ آپ نے یہ خطبہ پڑھ ہی دیا تو اس کی روح کو اپنا کر پاکستان کو دنیا کی ناقابل تسخیر مملکت بنانے کے لیے صحیح رخ پر سفر شروع کیجئے اور وہ اسی صورت ممکن ہے جس کی نشاندہی خلیفۂ اوّل نے کی کہ اس قوم کے آخری حصّہ کی اصلاح اسی نسخہ سے ممکن ہے جس سے پہلے حصّہ کی اصلاح ہوئی

ع بر رسولاں بلاغ باشد و بس

عل ۳ جولائی ۷۸ء

یہ مرزائی افسران

مرزا غلام احمد اور اس کے نام لیوا اپنے دعاوی و کرتوت کے پیش نظر کافر تھے، کافر ہیں اور جب تک تائب نہیں ہوتے کافر رہیں گے ان کا کفر کسی بھی حکومت کے تسلیم کرنے کا محتاج نہیں اور نہ ہی اس بات کا حکومتی فیصلوں پر دارو مدار ہے۔ البتہ حکومت تسلیم کرلے تو اس کا اپنا فائدہ! ہماری سابقہ حکومت نے عوامی دباؤ کے پیش نظر ۱۹۷۴ء میں یہ بات تسلیم تو کی لیکن اس کو عملی جامہ نہ اس حکومت نے پہنایا اور نہ ہی موجودہ حکومت اس کا احساس کر رہی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزائیوں کی سرگرمیاں بڑھ تو رہی ہیں کم نہیں ہو رہیں مرزائی افسران اِدھر اُدھر گھسے ہوئے ہیں اور ان کا طرزِ عمل انتہائی مکروہ ہے۔

ہمیں جہلم کے متعدد دوستوں نے اطلاع دی کہ وہاں کا ڈپٹی سیٹلمنٹ کمشنر محکمہ بحالیات اے آئی زبیری اپنے مرزائی ہونے کا اس طرح مظاہرہ کرتا ہے کہ اوقاتِ کار میں دفتر میں بیٹھ کر مرزائیت کی تبلیغ و اشاعت میں لگا رہتا ہے اور کوئی نہیں جو اس کو روکے؟ مسلمان بھلا کب تک صبر سے کام لیں گے؟ وہاں کے مسلمان اس کے تبادلہ کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ تبادلہ سے یہ شخص کسی دوسری جگہ مسلمانوں کو جا کر نقصان پہنچائے گا۔ اس کی حرکات کا سختی سے نوٹس لینا اور اس قماش کے افسران کو بیک بینی و دو گوش باہر نکال پھینکنا خود حکومت کے مفاد میں ہے کہ نوکرشاہی کے اس قسم کے گندے انڈے حکومت کی رسوائی کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

اسی طرح محکمہ اوقاف پنجاب میں گھسے ہوئے طارق جنجوعہ اور لاہور نیشنل سنٹر کا ڈائریکٹر اعزاز احمد آذر اپنے ماضی و حال اور اپنے مرزائی ہونے کے سبب کسی اچھے کردار کے مالک نہیں شکایات ہی شکایات ہیں

جن کے پیش نظر یہ لوگ مستحق تعزیر ہیں -

کیا مارشل لاء حکومت محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اپنی وابستگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان لوگوں کا نوٹس لے گی ؟ اور انہیں ملت کے افراد کو پریشان کرنے سے روکے گی یا نہیں ؟ یہ ہے آج کے وقت کا سب سے بڑا سوال ! اور ہمارے ساتھ ساتھ وقت کا تیز رفتار پہیہ بھی اس کے جواب کا منتظر ہے !

جنوبی وزیرستان انصاف کا طالب ہے

اس سے قبل بھی ان صفحات میں اس مسئلہ کی طرف توجہ دلائی جا چکی ہے کہ مسٹر بھٹو نے اپنے جذبہ انتقام کے پیش نظر جہاں ملک کے ہر حصے کے عوام کو نشانہ ستم بنایا، وہاں اس نے جنوبی وزیرستان کے لوگوں کو بھی سخت ترین مصائب میں مبتلا کر دیا - ابتدا یوں ہوئی کہ جنوبی وزیرستان کے مرکزی شہر "وانا" کے خطیب اور وہاں کی با اثر شخصیت مولانا نور محمد کو راولپنڈی بلا کر محترمہ پی، پی، پی مرحومہ کی سرپرستی کرنے کا حکم دیا گیا - ایک غیرت مند عالم دین اس کا جو جواب دے سکتا تھا دیا اور واپس چلا گیا - لیکن اس کا بدلہ یوں لیا گیا کہ ۶ رجون ۱۹۷۶ء کو وہاں اندھا دھند گولہ باری کی گئی - جس کے بعد ملیشیا نے ٹینکوں کی مدد سے شہر پہ یلغار کر دی قیمتی سامان کو لوٹ لیا گیا باقی جلا دیا اور "وانا" کے خوبصورت ترین تجارتی مرکز پر بلڈوزر چلا کر اسے صفحہ ہستی سے مٹا ڈالا -

۹ لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر شدہ سنگ مرمر کی خوبصورت مرکزی مسجد قبضہ میں لے لی گئی اور دارالعلوم وزیرستان کے بعض حصے مسمار کر کے باقی اپنے قبضہ میں لے لیا ۳۵۰ عربی پڑھنے والے طلبہ کو مار مار کر بھگا دیا گیا ان کی کتابیں، بستر اور دوسرا سامان لوٹ لیا گیا - ایک محتاط اندازے کے مطابق نقصان کا تخمینہ ۱۲ کروڑ ہے جبکہ ۲ ہزار قرآن کے نسخوں کا جلنا بھٹو شاہی کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ !

اس ستم کے بعد ۲۱ راکتوبر کو "وانا" کے پولیٹیکل ایجنٹ نے ذمہ دار حضرات کو چھاؤنی میں مصالحت کے لیے طلب کر کے گرفتار کر لیا اور مولانا نور محمد کو دس سال قید بامشقت اور باقی ساتھیوں کو مختلف المیعاد سزائیں سنا دیں - یہ سب حضرات اب تک مختلف جیلوں میں "انصاف" کے منتظر ہیں - معاشی اعتبار سے لوگ تباہی کا شکار ہیں - کیونکہ انہوں نے اپنی ذاتی زمین پر بازار بنایا تھا اور ۱۹۶۸ء میں اس کی بنیاد رکھی تھی - مسجد و مدرسہ حکومت کے قبضہ میں، لیڈر اور قائدین جیل میں ! اس لیے وہاں کے لوگ بجا طور پر توقع رکھتے ہیں کہ :-

- مولانا نور محمد سمیت تمام مظلوم اسیروں کو معاف کیا جائے -
- جامع مسجد اور دارالعلوم کو فوری طور پر واگذار کر دیا جائے -
- تباہ شدہ بازار جہاں تعمیر جدید کی ممانعت ہے کو دوبارہ تعمیر کرنے کی اجازت دی جائے اور نقصان کی تلافی کی جائے -
- اور اس ظلم کے ذمہ دار لوگوں کو عبرت ناک سزا دی جائے -

ہمیں توقع ہے کہ جنرل ضیاء صاحب اس طرف توجہ دیں گے - بصورت دیگر مظلوم لوگوں کی آہیں پریشانی کا باعث بنیں گی -

****

دعائے مغفرت

حضرت العلام السید محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ کے شاگرد مولانا عبدالبرہان صاحب موضع لکڑ شنگ جنہوں نے تحریک ہجرت میں حضرت لاہوریؒ کے ساتھ افغانستان ہجرت بھی کی - اور جمعیۃ علماء اسلام کے مخلص رفقاء میں تھے انتقال فرما گئے - بڑے بڑے علماء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا - آپ کے چھ صاحبزادوں میں سے چار جامعہ اشرفیہ کے فارغ ہیں اور یہ اس دور میں بڑی سعادت کی بات ہے -

اللہ رب العزت مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے - ہم پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں -

حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ

۱۳ رجولائی کو بعد نماز مغرب

آیت کریمہ

کا ورد کرائیں گے - دعوت عام ہے -

معراجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معراجِ مومنین تک

جانشینِ شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبیدُ اللہ انور مدظلہٗ

بعد از خطبۂ مسنونہ!

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝

بزرگانِ محترم، برادرانِ عزیز، معزز خواتین!

یہ مہینہ رجب المرجب کا ہے اسی مناسبت سے چند گزارشات عرض کروں گا۔ اس ماہ جو خاص واقعہ ظہور پذیر ہوا وہ اسریٰ و معراج ہے۔ جس کو مدِنظر رکھتے ہوئے آپ کے سامنے سورۂ بنی اسرائیل کی ایک آیت تلاوت کی ہے۔ آیت کی توضیح و تشریح سے قبل ترجمہ سماعت فرمایئے۔

"پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تاکہ دکھلائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے وہی ہے سننے والا دیکھنے والا۔"

(ترجمہ حضرۃ شیخ الہند)

اس آیت کریمہ میں علوم و معارف کا ایک سمندر بند ہے، جس کی تفصیل اس مختصر وقت میں مشکل و ناممکن ہے۔ اس لیے اختصار پہ کفایت کروں گا۔

معراج کی ابتداء کیسے ہوئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر میں استراحت و آرام فرما تھے۔ رات کی کسی گھڑی حضرت جبرائیل آئے، آپ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ مسجدِ حرام سے آپ براق پر سوار ہو کر مسجدِ اقصیٰ پہنچے، وہاں انبیاء و مرسلین کی امامت سے فارغ ہو کر آسمانوں پر تشریف لے گئے ساتوں آسمانوں پر جب انبیاء سے ملاقات ہوئی، ان میں حضرت آدمؑ، حضرت عیسیٰ، حضرت یحییٰ، حضرت ادریس، حضرت ہارون، حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں

"اعیاھا" کے لفظ میں ان تمام انبیاء علیہم السلام کے اسماء کا پہلا حرف موجود ہے۔ یہ لفظ یاد رکھنے کے قابل ہے۔

معراج کی حکمت

آپ کو یہ طویل سفر کیوں کرایا گیا؟ اور اس کی غرض و غایت کیا تھی؟ اس کا ذکر اس آیت میں "لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا" کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ خدائے متعال نے آپ کو اپنی قدرت و ربوبیت کے جلیل القدر عظیم الشان اور عجیب و غریب نشان دکھانے تھے، قدرت نے اپنے پیغمبر کو جو نشانِ قدرت دکھائے، ان میں جنّت و دوزخ کا مشاہدہ، سدرۃ المنتہیٰ پر ذاتِ رب کی تجلّیات کا نظارہ، کتمانِ حق کرنے والے علماء کی سزا، جھوٹ بولنے اور زناکاری کا ارتکاب کرنے والوں کو عذاب، سود کھانے والوں کا انجام اور دیگر مجرموں کی کیفیات و حالات دکھلانا شامل ہیں۔ یہ باتیں تو آسمانوں سے متعلق ہیں۔ زمین پر آپ کو مسجدِ حرام سے سیدھے آسمانوں پر اس لیے نہیں لے جایا گیا کہ آپ

مسجد اقصیٰ کی بھی زیارت کر لیں۔ کیونکہ وہاں پر بھی ظاہری و باطنی طور پر بہت سے کمالات اور برکات موجود ہیں۔ ظاہری اور مادی اعتبار سے وہاں پر ٹھنڈے پانی کے چشمے، سرسبز و شاداب پھلوں کے باغات، اناج اور غلّے کی فراوانی ہے اور روحانی و باطنی حیثیت سے مسجد اقصیٰ جس ملک میں واقع ہے وہ بہت سے انبیاء و رسل کا مدفن و مسکن اور ان کے فیوض و برکات کا سرچشمہ رہا ہے۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں (بیت المقدس) لے جانے میں یہ بھی اشارہ ہو گا کہ جو کمال انبیاء بنی اسرائیل پر تقسیم ہوتے تھے آپ کی ذات مقدس میں وہ سب جمع کر دیئے گئے۔ جو نعمتیں بنی اسرائیل پر مبذول ہوئی تھیں۔ ان پر اب بنی اسمٰعیل کو قبضہ دلایا جانے والا ہے۔ کعبہ و بیت المقدس دونوں کے انوار و برکات کی حامل ایک ہی امت ہونے والی ہے۔"

کیا معراج جسمانی ہوا؟

جب آپؐ معراج سے واپس تشریف لائے تو مشرکین مکہ کو آپ کے خلاف پروپیگنڈے کا موقعہ ہاتھ آ گیا۔ ان کی عقل یہ تسلیم کرنے کے لیے قطعاً تیار نہ تھی کہ رات کے مختصر لمحات میں ایک انسان اپنے جسم سمیت ساتوں آسمانوں کی سیر، جنّت و دوزخ کا مشاہدہ اور رب سے ملاقات کر کے واپس آ جائے۔ اس لیے اسلام اور مسلمانوں کو رسوا کرنے اور ان کے خلاف نفرت پھیلانے کا یہ "سنہری موقع" وہ ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے تھے۔ جس مجلس میں آپ نے یہ واقعہ بیان کیا، مشرکین اس مجلس سے اٹھے تو ان کی پیشانیوں پر شکنیں تھیں۔ غصّہ و نفرت ان کی باتوں سے ہویدا تھا۔ ابوجہل بھی ان منکرین میں شامل تھا۔ ابوبکر صدیقؓ اپنے گھر سے مسجد نبوی تشریف لے جا رہے تھے کہ ابوجہل سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ حضور کا نام لیے بغیر صدیق اکبرؓ سے پوچھنے لگا کہ ایک شخص جو اس قسم کا دعویٰ کرے کیا تم اس کی بات تسلیم کر لو گے۔ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا، تم یہ تو بتاؤ وہ کون شخص ہے؟ ابوجہل نے کہا، تم جس کو اپنا پیغمبر مان کر اس کی ہر بات پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہو، یہ اسی کے خیالات ہیں، ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا، آپ کے سوا کوئی اور شخص اس بات کا دعویدار ہوتا تو میں کبھی نہ تصدیق کرتا، لیکن چونکہ یہ دعویٰ آپؐ نے کیا ہے اور میں اس مجلس میں موجود بھی نہیں تھا اس کے باوجود میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، کیونکہ آپؐ کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں نکلا۔

محبّت و عقیدت اور آپ کی صداقت پر لازوال یقین کی بدولت ہی ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکرؓ کو دربارِ نبوّت سے "صدیق" کا بے مثل خطاب ملتا ہے۔

آج بھی عقل و دانش کی کسوٹی پر ہر بات کو پرکھنے والے بعض اپنے شپرہ چشم اور دل کے اندھے موجود ہیں جو ابوجہل کی طرح آپؐ کی جسمانی معراج کے منکر ہیں، بلکہ اس عظیم الشان معجزہ کو افسانہ قرار دیتے ہیں۔

لیکن ان عقل کے دشمنوں سے پوچھیئے کہ آج سائنس کی حیرت انگیز ایجادات اور ٹیکنالوجی کے دور میں یہ معراجِ رسول کا انکار کرتے ہیں تو کس بناء پر؟ اگر انسان اپنی عقل سے سینکڑوں من وزنی ہوائی جہاز فضاؤں میں اڑا سکتا ہے۔ ہیلی کاپٹر اور اڑن کھٹولے حیرت انگیز طور پر خلاء کا سینہ چیر سکتے ہیں، روس اور امریکہ اپنے اپالو اور سیارات آدمیوں سمیت چاند پر اتار سکتے ہیں۔ تو قادرِ مطلق اپنے محبوب پیغمبر کو آسمانوں پر بلانے کی طاقت و استطاعت نہیں رکھتا؟ یقیناً رکھتا ہے ایک انسان تین سو میل فی گھنٹہ چلنے والی موٹر تیار کر سکتا ہے، سورج کی شعاع ایک منٹ میں کتنا سفر کرتی ہے اس کا اندازہ لگا سکتا ہے، بجلی مشرق میں چمکتی ہے اور مغرب میں گرتی ہے، اس کی سرعت کی تحقیق کر سکتا ہے، بادلوں کی رفتار کا حساب لگا سکتا ہے، تو کیا خالقِ کائنات براق میں وہ سرعت و تیزی نہیں رکھ سکتا کہ چشم زدن

ہیں وہ آسمانوں پر اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ جائیے؟ جو لوگ شریعت کے احکامات اپنی ناقص عقل سے پرکھتے ہیں وہ یقیناً الحاد و زندقہ اور گمراہی و ضلالت کے قعرِ مذلت میں جا گرتے ہیں۔ علامہ اقبال مرحوم نے اس بناء پر مسلمان قوم کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ : ع

جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

مومنین کیلئے نعمتِ عظمیٰ

غور کرنے کی بات ہے کہ جس پیغمبر کو خداوندِ قدوس نے براق کو بطورِ سواری اور جبرئیل کو بطور سفیر و قاصد بھیج کر فرش سے عرش پر بلایا۔ جس پیغمبر کو یہ اعزاز و اکرام، یہ رفعت و منزلت، یہ عروج و ارتقاء اور یہ علوِّ شان اور مقام و مرتبہ بخشا اور "سدرۃ المنتہیٰ" پر بلا کر ہمکلامی کا شرف عطا فرمایا۔ کیا اس پیغمبر کو کوئی تحفہ و انعام بھی مرحمت فرمایا جس سے ایمان باللہ کا عملی مشاہدہ ہوتا ہو؟ اس کا جواب اس حدیث میں ہے جس میں آپ نے فرمایا: اَلصَّلوٰۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن کہ جس خدا نے سب سے اعلیٰ و ارفع پیغمبر کو معراج کا معجزہ عطا فرمایا اس خدائے لم یزل نے اپنے پیغمبر کی امت کو بھی محروم نہیں رکھا۔ بلکہ ایمان باللہ کے بہترین مظہر "نماز" کو مومنین کے لیے معراج قرار دیا اور اس نماز ہی کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ام العبادات یعنی تمام عبادات و اعمال کی بنیاد اور کفر و ایمان میں جدائی اور فرق کرنے والا عمل بتلایا۔ لیکن صد افسوس ان بے ننگ و نام مسلمانوں پر، جو پانچوں وقت اپنے پیغمبر کے لائے ہوئے تحفے کی ناقدری کرتے ہیں۔ اور شب و روز میں ایک نماز بھی نہیں پڑھتے۔ ایک شخص رات دن محنت و مشقت اور مصائب و تکالیف اٹھا کر کچھ رقم اپنا پیٹ کاٹ کر بچاتا ہے۔ اور اس رقم سے مٹھائی خرید کر اپنے بیٹے کے لیے گھر لے جاتا ہے، لیکن بیٹا مٹھائی لینے سے ہی انکار کر دیتا ہے۔ وہ بیٹا کس قدر بدبخت اور بدقسمت ہے جو باپ کے حکم پر مٹھائی نہیں کھاتا اور باپ کے لائے ہوئے تحفے ہی کو ٹھکرا دیتا ہے۔

اسے اس بات کا احساس ہی نہیں کہ باپ کتنی مشکلات سے رنجیدہ خاطر ہو گا۔ ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے روحانی باپ ہیں۔ اسلام کی راہ میں اپنے دندان مبارک شہید کروانے اور پیشانی پر زخم کھانے والے ہیں۔ آپ امت کو تحفۂ ربانی "نماز" عطا کرتے ہیں۔ لیکن آپ کی روحانی اولاد آپ کا تحفہ قبول کرنے کی بجائے رد کر دیتی ہے تو آپ کی روح مبارک کو کسقدر رنج اور قلق ہوتا ہو گا؟

اربابِ حکومت سے

آخری بات یہ ہے کہ ملک کے سربراہ اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جناب جنرل محمد ضیاء الحق جہاں اپنے خطبات اور تقاریر میں اسلامی نظام کے سلسلہ نظامِ زکوٰۃ کے نفاذ کا اعلان کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کی طرف قوم کو رضاکارانہ طور پر راغب کرتے ہیں، زکوٰۃ کی وصولی کی خاطر کمیٹیاں تشکیل دینے کا حکم جاری کرتے ہیں وہاں ان سے ہماری یہ دردمندانہ اپیل ہے کہ نماز کی طرف بھی لوگوں کی توجہ دلائی جائے۔ فحاشی و عیاشی کے اڈوں کو مسمار کر کے عبادت گاہوں کی تعمیر کی جائے۔ دفاتر میں سرکاری اور غیر سرکاری ملازمین کے لیے نماز کو لازمی قرار دیا جائے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو دنیا میں اختیار و حکومت سونپتا ہے ان کی پہلی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی ان نیک اعمال کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ۔ میں اس جانب اشارہ ہے۔

دعاء

بارگاہِ ایزدی میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں سے درگذر فرمائے۔ باجماعت نماز پنجگانہ کا پابند بنائے۔ اور زندگی کے ہر لمحہ اور نفس کے ہر سانس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا جذبہ کامل نصیب فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

دعوت فکر و عمل

مندرجہ ذیل تقریر مخدومنا و مرشدنا جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبیداللہ انور صاحب دامت برکاتہم نے مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۷۸ء بروز جمعہ صبح ۹ بجے درس قرآن حکیم کی تیرھویں سالگرہ کے موقع پر منزل انوار القرآن بستی کاریگر واہ کینٹ میں فرمائی

محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ص وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝

ترجمہ :۔ "اے ایمان والو اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔"

کلماتِ بشارت

بزرگانِ محترم، معزز حاضرین و محترم خواتین!

سالہا سال سے اس تقریب سعید پر اس سیاہ کار کو بھی حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے لیکن اس دفعہ مجلسِ ذکر لاہور کی بجائے کل اٹک (کیمبل پور) میں نصیب ہوئی اور اتوار کی بجائے پہلی دفعہ جمعہ کی یہ درس میں شرکت کی توفیق ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اور میری یہ شرکت قبول فرمائیں کہ محض اللہ کی رضا کے لیے، کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ کی سماعت کے لیے آپ حضرات تشریف لاتے ہیں اور میں تو سال کے بعد دُعا لینے کے لیے اور آپ ہی کی طرح شرکت سے مستفید ہونے کے لیے، اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے حاضری دیتا ہوں، اللہ میرا آنا بھی قبول فرمائے۔ لیکن مجھے بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ سال کے سال سالگرہ میں یہاں حاضر ہو کر کتنا بڑا اللہ تعالیٰ یہ دین کا کام آپ سے لے رہے ہیں۔ آپ بھی اس میں ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ حضرۃ قاضی صاحب سنانے والے ہیں۔ اللہ کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔ آپ اس پیغام ربانی کو لوحِ قلب پر نقش کر کے لے جاتے ہیں، گوشِ حق نیوش سے سنتے ہیں۔ اور مزید دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ سب کو عمل کی بھی توفیق دے۔

پکے مسلمان بنیئے

یہی میری آج کی دعوت کا موضوع ہے۔ کہ مسلمان بنتے ہو تو پھر پورا اسلام اپناؤ، اختیار کرو، یہ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر اللہ کو پسند نہیں۔ الحمد للہ آپ کو سالہا سال سے قرآن سُن کر اس کا خوب اچھی طرح سے اندازہ ہو چکا ہو گا کہ کچی اینٹ (پیلی پنجابی میں اسے کہتے ہیں) اور اس کے مقابلے میں بالکل ناپختہ وہ جو مٹی کی بنی ہوتی ہے اور ایک پختہ اینٹ، ان کے نتیجے میں وہ پیلی اینٹ ہوتی ہے وہ کچی اینٹ سے بدتر ہوتی ہے یعنی میرا مطلب کہنے کا یہ ہے کہ

ہمیں اللہ تعالیٰ پکا مسلمان بنائے۔ کھرا مسلمان بنائے، محمدی مسلمان بنائے اور وہ قرآن اور سنت ہی پر بن سکتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں دو چیزیں تم میں چھوڑ کر جا رہا ہوں تَرَکْتُ فِیکُمْ اَمْرَیْنِ اور وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے، جب تک ہم انھیں مضبوطی سے تھامیں ہماری نہ دنیا سنور سکتی ہے نہ آخرت نہ ہمیں کامیابی کسی بھی پہلو نصیب ہو سکتی ہے۔ تو ادھورے مسلمان ہونے سے وہ کامیاب زیادہ ہیں جو ادھورے مسلمان نہیں۔ بلکہ یہ کہ اپنا کوئی دوسرا ہی طریق رکھتے ہیں۔ مثال یہ ہے کہ جو اس وقت مسلمان حکومتیں نہیں ہیں۔ لیکن ان کے معاشی مسائل، ان کے اقتصادی مسائل، ان کے اخلاقی مسائل وہ کہیں اچھے طریقے سے سلجھ ہی گئے ہیں۔ (ان کے نقطۂ نظر سے)۔ اور ہم تیس سال میں کتاب و سنت کا نام لے کر کے یہ ملک حاصل کیا عظیم قربانیاں دیں ہمارے اکابر نے اور تقسیم کے وقت، تقسیم کے بعد اس ملک کو بچانے کے لیے جنگیں لڑی گئیں۔ کتنی بڑی قربانیاں دی گئی ہیں۔ مال کی، اولاد کی اور سب وسائل کی۔ لیکن یہ اتنا کچھ کرنے کے بعد اگر اس ملک میں اللہ کا دین آجاتا، ہم مسلمان بن جاتے ہمیں کتاب و سنت کی روشنی نصیب ہو جاتی تو یہ قربانیاں رائیگاں نہ گئی ہوتیں۔ یہ سودا سستا ہوتا ہمیں خوشی ہوتی۔ لیکن اب صورتحال جو ہم دیکھ رہے ہیں وہ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے، دھوبی کے کتے والی بات ہے، نہ گھر کے نہ گھاٹ کے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعد میں آزاد ہونے والی قومیں کہیں آگے بڑھ گئیں اور ہم کروڑوں اربوں روپے کے مقروض ہیں۔ سود در سود کے مقروض ہیں۔ سود کی رقمیں ادا کرنے کے لیے پھر سود پہ رقمیں لینی پڑتی ہیں۔ یہ بڑی ہی افسوسناک صورتحال ہے۔ یہ سے

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

والی بات ہے، لیکن صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہنا چاہیے۔

احساس فرض

تو اس لیے میری درخواست اور میری گذارش صرف اتنی ہے کہ سب سے پہلے نفس کو کہ اللہم مجھے بھی ہدایت نصیب فرمائیں، مجھے بھی قرآن و سنت کی تعلیم کو پوری طرح عمل میں لانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ میری ملت کو، میری قوم کو، بالخصوص آپ حضرات کو جو مخاطب ہیں۔ حضرت قاضی صاحب کے بالخصوص۔ سو یہ صورتحال ایسی ہے کہ ملک میں جب بھی اخبارات دیکھتے ہیں، کہیں آنا جانا پڑتا ہے۔ لوگوں سے باتیں سنتے ہیں، گاؤں سے لوگ آتے ہیں تو اتنی گراوٹ اور پستی کا، ہماری کوتاہیوں کا اور اللہ کی نافرمانیوں کا مصیبتوں کا سن کے دل خون کے آنسو رونے کو جی چاہتا ہے۔ اور غیرت مند ہوتے تو واقعی پیالہ میں پانی لے کر ڈوب مرتے لیکن بدقسمتی ہے۔ نہ اُدھر نہ اِدھر نہ اس کا احساس ہے

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

دارالعلوم دیوبند

دوسری بات یہ ہے کہ بعض اللہ کے بندوں پر اللہ کا خاص کرم ہے، ان میں سے یہ ہمارے قاضی صاحب ہیں۔ منہ پر کہنا مناسب نہیں ہے۔ ان کا وجود مسعود ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے اکابر جن کو ہم نے دیکھا ہے۔ وہ ایک مشن کے لیے تن من دھن نثار کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ کوئی زر، کوئی پلیہ، کوئی مقصد حاصل کرنا ان کا مقصود نہیں ہوتا۔ ان کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ اللہ راضی ہو جائے۔ رضائے مولا بر ہمہ اولیٰ ان کا مقصود بن جاتا ہے۔ وہ ان اہل اللہ کی صحبت میں تربیت پا کر کے اپنے آپ کو مٹا چکے ہوتے ہیں۔ اپنے نفس کو ختم کر چکے ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کی رضا میں راضی رہتے ہیں۔ اللہ کی رضا میں فنا ہوتے ہیں۔ فنا فی اللہ کا مقام ان پر پھر آ جاتا ہے۔ اور جس طرح ہر چیز کی عمر طبعی ہے، انسان کی بھی ہے، اس دنیا کی بھی ایک عمر ہے، ابتدائے آفرینش سے ابتداء ہوئی، پھر حضور کا زمانہ ہے جیسے صبح ہوتی ہے۔ اب

دوپہر کا وقت ہے، پھر شام ہوتی
ہے۔ اس طرح یہ جہان جو ہے یہ
فانی ہے کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
نہ کوئی رہا، نہ رہے گا، اللہ کی
ذات تھی، ہے اور اللہ کی ذات
ہی باقی رہ جاتی ہے۔ اس لیے جو
تحریکیں شروع ہوتی ہیں، مدارس شروع
ہوتے ہیں اور بھی جو کام ہوتے
ہیں، ان کا بھی ایک وقت ہوتا
ہے۔ اس وقت کے اندر پھل لیں
پھول لیں۔ کامیابی حاصل کر لیں۔
سبقت لے جائیں تو پھر تو وہ باکمال
ہوئے، کمال کو پہنچ گئے اور کچھ
وہ ہیں کہ ؎

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

اللہ وہ صورت نہ کرے۔ آپ
دیکھتے ہی ہوں گے تحریکیں بھی چلتی
ہیں، مسجدیں اور مدرسے بھی بنتے
ہیں، بڑے بڑے ارادوں کے ساتھ،
لیکن ابھی ابتداء ہی تھی، نوخیز ہی
تھے کہ خدانخواستہ موت آجاتی ہے
تو چلے جاتے ہیں، اسی طرح بڑی
تحریکیں، بڑے انسانوں کے اونچے
کام بھی ادھورے رہ جاتے ہیں
لیکن بعض اوقات بڑی معمولی بنیاد
پر عاجز لوگ محض اللہ کی رضا کے
لیے، اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق
اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے
ہوئے کام کی نیو اٹھاتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتے ہیں۔
پھر ان کو زوال نصیب نہیں ہوتا
بلکہ کامیابی در کامیابی ان کے قدم
چومتی چلی جاتی ہے، میرے خیال
میں اس وقت تعلیمی دنیا میں شمال
ہے دارالعلوم دیوبند کی، جامعہ ازہر
کی، اسی طرح اور بہت سی دینی
درس گاہیں ہیں، زیادہ وقت نہیں
ہے گنوانے کا، تو ان لوگوں نے
بے سروسامانی میں کام شروع کیا، کوئی
بڑے اونچے ارادے ظاہر نہیں کیے،
بڑے انھوں نے کوئی لمبے چوڑے
لاف و گزاف سے کام نہیں لیا۔
محض اپنی بے سروسامانی کو دیکھ کر
اللہ کے بھروسے پر جتنے ان کے
وسائل تھے کام شروع کر دیا۔ بس
اللہ نے قبولیت سے نوازا اور پھر
دیکھتے دیکھتے چار دانگِ عالم میں اسلام
کے ڈنکے بجا دیے۔ کوئی خطہ ایسا
نہیں اسلامی ممالک کا یا دنیا کا
کوئی کونہ ایسا نہیں جہاں اس کے
فضلاء، علماء، محدثین، مفسرین، مفتی
موجود نہ ہوں۔ کہیں وہ تبلیغ کا کام
کر رہے ہیں، تدریس کا کام کر رہے
ہیں، خطابت کے فرائض انجام دے
رہے ہیں۔ کوئی افتاء کا کام کر
رہے ہیں۔ الحمدللہ ایک چھوٹا سا
مدرسہ جو ایک مسجد میں شروع ہوا
جو غالباً اکبر کے زمانے کی بنی ہوئی
تھی، ٹوٹی پھوٹی عمارت تھی، انار کے
ایک چھوٹے سے پودے کے نیچے
ایک طالب علم محمود اور ایک استاد
ملا محمود بیٹھ کے انھوں نے اللہ کے
دین کے پڑھنے پڑھانے کی رسم
ڈالی اور آج یہ ہے کہ سو سال سے
اوپر ہو گیا ہے اس کی عمارت میں
کوئی فرق نہیں آیا۔ اور پیسہ نہیں،
وسیلہ نہیں، کوئی جائداد نہیں، کوئی
آمدنی نہیں۔ حضرت نانوتویؒ کا
ایک روپیہ تھا جو گاڑھے میں بند
کر کے خزانے میں رکھا ہوا تھا،
کروڑوں آتا ہے کروڑوں جاتا ہے۔
اور حکومتوں سے وہ گرانٹ لینے کے
لیے تیار نہیں۔ جب کوئی وائسرائے،
گورنر، وزیر آیا تو اس نے کہا جی
ہم گرانٹ دیتے ہیں، آپ کی
مدد کرتے ہیں، تو فرمایا کہ ہم لے
نہیں سکتے۔ یہ اللہ کے بھروسے
پر، غریبوں کی حلال طیب پائی پیسے
کی کمائی پر جب تک چلے گا،
اس وقت اس میں برکت رہے گی
اور جب حکومتوں کا بھروسہ اور
اعتماد ہوا تو برکت اٹھ جائے گی۔
یہ حقیقتِ حال ہے کہ اتنے برسوں
سے، ہزاروں علماء اور فضلاء اس
مادرِ علمی سے فارغ ہو کر نکلے اور
ان پر ہزاروں اور کروڑوں کی آمدنی
جو ہوئی اس میں فقہاء و فقراء کا
زیادہ حصہ ہے اور باقاعدہ اندراج
ہے کہ کہاں کہاں سے اور کس کس
کا دمڑی دمڑی، پائی پائی، پیسہ پیسہ
خرچ ہوا ہے اور اس کی برکت
آپ دیکھ لیجیے کہاں سے کہاں ہے!
ادھر حکومتیں ہیں، بڑی بڑی یونیورسٹیاں
بناتے ہیں۔ بڑے بڑے ارادے
کرتے ہیں، بڑے بڑے عزائم
بڑے بڑے ان کے دعوے ہوتے
ہیں۔ لیکن اس کے نتیجے میں میں
بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں سن کے
حیران ہوا کہ پڑھانے والوں کی جو
ٹیمیں ہیں، پڑھنے والے انگلیوں
پہ گنے جا سکتے ہیں اور اتنے
برسوں میں اتنے کروڑوں کی رقم
خرچ ہو گئی۔ اور چند نکلے اور
ان میں سے نالائق نکلے اور دعوے
جو تھے نہ دین کے نہ دنیا کے ـــ
خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ـ (باقی آئندہ)

مجلس ذکر

بہترین اور کامل نمونہ

محترم صوفی محمد یونس صاحب — ترتیب محمد عثمان غنی

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ
أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ
وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝

(الاحزاب : ۲۱)

ترجمہ :- تمہارے لیے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال۔ اس کے لیے جو کوئی امید رکھتا ہے اللہ کی، اور پچھلے دن کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا۔

تمہید

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور اس کا شکر ہے کہ پھر اللہ نے ہم کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ جب فضل کرتے ہیں تو نیکی کی توفیق انہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ بندے کا اپنا کوئی کمال نہیں۔ اگر ہم محاسبہ کریں گذشتہ ایام کا تو اس وقت ہم میں سے کوئی کسی کام میں مصروف ہوتا ہے، کوئی کسی کام میں مصروف ہوتا ہے۔ اکثر ہمارا یہ وقت غفلت میں گزرتا ہے۔ لیکن اللہ کا احسان ہے کہ آج ہم سب کو اللہ نے اپنی یاد کی اور اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور اپنے نام کے نور کی برکت سے ہمارے دلوں کو منور فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائیں۔

بہترین بندہ اور بہترین عمل

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیک وسلم !) انسانوں میں سے سب سے بہترین انسان کون ہے؟ اللہ کا مقبول بندہ کون ہے؟ اس کی کیا نشانی ہے۔ تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص سب انسانوں میں سے بہترین انسان ہے جس کی عمر لمبی ہو اور ساری کی ساری زندگی نیک اعمال میں گزار جائے۔ یہ سب انسانوں میں سے بہترین انسان ہے۔ پھر اس نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان اعمال میں سے کونسا عمل اللہ کے نزدیک بہت زیادہ پسندیدہ ہے —— اصل میں وہ اس لیے پوچھتا ہو گا کہ میں اپنی زندگی اس طریقے پر گذاروں صحابہؓ کو تو یہی شوق تھا کہ اللہ کی رضا وہ ڈھونڈتے تھے:

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا

(فتح : ۲۹)

یہ صفت قرآن نے ان کی بیان فرمائی کہ ان کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں تھا، نشست برخاست ایسی نہیں تھی، کوئی عبادت ریاضت ایسی نہیں تھی جس میں اللہ کی رضا مقصود نہ ہو، ہر کام میں وہ اللہ کی رضا چاہتے تھے، خدا کا قرب چاہتے تھے، بلند درجات چاہتے تھے —— تو عرض کی کہ

اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کونسا عمل اللہ کے نزدیک سب اعمال سے افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تو جب دنیا سے جدا ہو تو ایسی حالت میں ہو کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔ یہ عمل خدا کو بہت پسند ہے قرآن پاک میں بھی اللہ نے ذکر اللہ کی بہت بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے: وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ ط (عنکبوت ۴۵) اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے، خدا کو بہت زیادہ پسند ہے، جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے، اللہ بھی اس کا ذکر کرتے ہیں، خدا بھی اس کو یاد کرتا ہے۔ بہرحال اللہ کا ذکر کرنا یہ اس کی توفیق کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ہمارے بزرگوں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے خصوصاً حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پاک پر کہ جنہوں نے ہمیں اللہ کا نام لینے کا طریقہ سکھلایا اور اس کا شوق ہم میں ڈالا۔ جس طریقے سے اللہ کا نام لینا اللہ والے سکھلاتے ہیں اگر اس طریقے سے ذکر کیا جاتے تو پھر اس میں لطف آتا ہے، اس سے اثر پڑتا ہے، اس سے انسان کی طبیعت میں شریعت کی تابعداری کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ بس یہی فرق ہے خود بخود ذکر کرنے میں اور بیعت کرنے کے بعد اللہ والوں سے پوچھ کر ذکر کرنے میں۔ اللہ والے کچھ ذکر کا طریقہ بھی بتاتے ہیں اور کچھ باطنی طور پر توجہ بھی ڈالتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں جب ملتی ہیں تو پھر سالک کو روحانی ارتقاء اور بلند مدارج حاصل ہوتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا ظاہری اور باطنی طور پر شوق نصیب ہوتا ہے۔

بہترین اور کامل نمونہ:

میں نے آپ کے سامنے جو آیت پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو تمہارے لیے کامل نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ نمونہ صرف عبادات میں نہیں بلکہ خوشی میں، غمی میں، نشست میں، برخاست میں، رونے میں، ہنسنے میں، ہر صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے ایک نمونہ ہیں۔ جب کسی کا انتقال ہوا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے غم کیا؟ اور جب اللہ نے بیٹا عطا فرمایا تو کیسے خوشی منائی؟ اور جب کوئی شہید ہوا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عمل کیا؟ کیا اس کے ساتھ معاملہ فرمایا؟ زندگی کے ہر عمل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے نمونہ ہیں۔ تو عمل وہ حقیقت میں قبول ہے جو اس نمونے کے مطابق ہو گا۔ عمل کی ظاہری صورت بھی ویسی ہو، باطنی سیرت بھی ویسی ہو، تب عمل قبول ہو گا۔ اگر ظاہری صورت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہی ہو مگر باطنی سیرت ویسی نہ ہو تب بھی عمل قبول نہیں۔ مثلاً جو منافق تھے وہ کلمہ بھی پڑھتے تھے إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ (المنافقون) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کلمہ شہادت پڑھتے ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خدا تو جانتا ہے کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے آپ کو نبی بنایا تو نبی تو آپ ہیں اس میں کوئی شک نہیں، کہتے تو وہ ٹھیک ہیں، وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۚ خدا اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق بالکل جھوٹ بولتے ہیں، کلمہ صحیح پڑھتے ہیں، اعراب کے لحاظ سے، مطلب کے لحاظ سے سب سمجھتے ہیں، مگر دل میں نفاق اور منافقت ہے۔ اس لیے صورت تو ٹھیک ہے لیکن سیرت اس کلمہ پڑھنے کی صحیح نہیں، اس واسطے یہ عمل مقبول نہیں ہے۔ نمازیں بھی پڑھتے تھے منافق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتے تھے، صورت عمل تو ٹھیک تھی ہاتھ باندھ کر پڑھتے تھے، رکوع اور سجود بھی کرتے تھے، صورت عمل تو ٹھیک تھی لیکن نمازوں کا پڑھنا اللہ کی رضا کے لیے نہیں تھا اس لیے تھا کہ تا کہ لوگ ان کو بھی مسلمان سمجھیں۔

منافق کی پہچان

حدیث شریف میں آتا ہے کہ منافق کی پہچان یہ ہے کہ جب آپ فجر کی نماز میں دیکھیں تو غیر حاضر

عشاء کی نماز میں دیکھیں تو غیر حاضر اس لیے کہ فجر کی نماز بھی اندھیرے میں ہوتی تھی اور عشاء کی نماز بھی اندھیرے میں ہوتی تھی تو وہ ان نمازوں میں نہیں آتے تھے۔ اس لیے ان کی نشانی یہ فرمائی، صورتِ عمل تو ان کی ٹھیک تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلائے ہوئے طریقے کے مطابق تھی، مگر سیرت صحیح نہیں تھی، ان کے اندر منافقت تھی اس لیے وہ عمل قبول نہیں ہوا بلکہ بجائے فائدے کے وہ عمل ان کے لیے الٹا نقصان دہ ثابت ہوا

ریاء کاری

ایسا بھی ہے کہ صورتِ عمل ٹھیک لیکن سیرت میں ریاء کاری ہے :۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

(الماعون ۴ تا ۶)

یہ بھی نمازی ہیں ——— اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ہیں نمازی نماز پڑھتے ہیں، لیکن ان کے لیے ویل ہے افسوس ہے، یا ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے، ان کو اس میں ڈالا جائے گا، اس لیے کہ ان کا نماز پڑھنا ریاکاری کی نماز پڑھنا ہے کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک شخص نمازیں بھی پڑھے پھر بھی جہنم میں جائے، ایک شخص سخاوت بھی زندگی بھر کرتا رہے، پیسے بھی خرچ کرتا رہے، لیکن پھر بھی جہنم کا ایندھن ہی بنے، ایک شخص دنیا میں وعظ و تبلیغ بھی کرتا رہے، لوگوں کو اللہ کے دروازے پر بلاتا بھی رہے، کتاب و سنت کی دعوۃ بھی دیتا رہے لیکن پھر بھی جہنم کا ایندھن بنے یہ کتنی بدقسمتی کی بات ہے۔ اس شخص کے لیے کہ اعمال تو نیک کرتا رہا، سردی گرمی کی اس نے نمازیں بھی پڑھیں اور خرچ اخراجات بھی کیے۔ لیکن ایک بھی عمل خدا کے ہاں مقبول نہ ہوا، تو یہ انتہائی بدقسمتی کی بات ہو گی۔ لیکن وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ وہ ریاکاری کا مریض ہے، وہ عبادت کرتا ہے، شیطان آگ لگا دیتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے قاری قرآن پڑھتا ہے، شیطان آگ لگا دیتا ہے۔ ریا کاری کے باعث اس کو قرآن کی تلاوت کا کوئی بھی اجر و ثواب نہیں ملتا، حالانکہ تلاوتِ کلام پاک کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ آپ نے فرمایا، میں یوں نہیں کہتا الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ اَلِفٌ حَرفٌ لَامٌ حَرفٌ مِیمٌ حَرفٌ۔ الٓمّٓ پڑھنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں لیکن یہ پڑھنا اگر ریا کاری کے لیے ہو، واہ واہ کرانے کے لیے ہو، شہرت کے لیے ہو، پیسے کمانے کے لیے ہو تو پھر یہ الٓمّٓ کیا سارا قرآن بھی پڑھ جائے تو خدا کے ہاں اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ یہ ریا کاری کا جو مرض ہے یہ انسان کے عمل کو تباہ کر دیتا ہے۔ اگر صورتِ عمل ٹھیک ہو اور سیرت عمل اگر ٹھیک نہ ہو پھر بھی عمل قبول نہیں۔ ایک دوسری شکل ہے صورتِ عمل اگر ٹھیک نہ بھی ہو، سیرتِ عمل اگر ٹھیک ہے پھر بھی عمل قبول نہیں۔ مثلاً ایک شخص نماز تو پڑھتا ہے، مگر قبلہ رو نہیں ہوتا، لیکن نیت اس کی ٹھیک ہے، مان لیا ایک سیکنڈ کے لیے کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے پڑھتا ہے، لوگوں کو دکھانے کے لیے نہیں پڑھتا لیکن چونکہ صورتِ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نہیں، اس لیے نماز بھی مقبول نہیں۔ قرآنِ مجید میں آتا ہے کہ مشرک لوگ بیت اللہ شریف کا حج بھی کرتے تھے، طواف

بھی کرتے تھے، سیٹیاں بجاتے تھے، تالیاں بجاتے تھے۔ یہ صورت عمل بھی صحیح نہیں اور سیرت عمل بھی خراب، اس لیے جب تک ہر عمل کی صورت اور سیرت درست نہ ہو وہ مقبول نہیں ہے، خواہ وہ ذکر ہو، خواہ وہ نماز ہو، خواہ وہ کلمہ طیبہ ہو خواہ وہ زکوٰۃ ہو، خواہ وہ صدقہ و خیرات ہو، خواہ وہ شہادت کا عمل ہو، کوئی بھی عمل ہو اس میں للّٰہیت، خلوص، رضاءِ الٰہی کا ہونا اشد ضروری ہے۔ جتنے بھی اعمال ہیں۔ ظاہری اور باطنی دونوں طریقوں سے اگر صحیح ہوں گے تو انشاءاللہ اعمال کی کچھ قیمت پڑے گی اور نجات کی صورت اللہ کے فضل سے ہو جائے گی۔ اگر دونوں میں سے ایک صورت بھی ٹھیک نہیں تو عمل مردود ہے، خدا کے ہاں اس کا کوئی درجہ نہیں ملے گا۔

اولیاء کرام کی صحبت کی ضرورت

یہ مجلس اس لیے ہوتی ہے کہ روحانی امراض کی اطلاع کرائی جائے علماء کرام کی صحبت میں صورتِ عمل تو ٹھیک ہو جاتی ہے، نماز پڑھنے کا طریقہ آ جاتا ہے اور زکوٰۃ دینے کے طریقے پتہ چل جاتے ہیں اور دیگر بھی مسائل اور فضائل کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں، لیکن عمل کی سیرت کو درست کرنے کے لیے صوفیاء کرام کی صحبت کی اشد ضرورت ہے۔ جب تک اہل اللہ کی صحبت نہ ہو گی، ان کے پاس بیٹھنا اٹھنا نصیب نہیں ہو گا۔ عقیدت، ادب، اطاعت کے ساتھ، ہادی کے قلب کے ساتھ تعلق نہیں جڑ جائے گا اس وقت تک سیرتِ عمل کا درست ہونا بہت مشکل ہے۔ حضرۃ رحمۃ اللہ یہی فرمایا کرتے تھے، ہر مجلس میں اس پر زور دیتے تھے کہ اگر کوئی کہے کہ میں بغیر صحبت کے کوئی کمال حاصل کر لوں گا تو یہ ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہو تو وہ دوسری بات ہے۔ جو ماں کے پیٹ سے ولی پیدا ہو کر آئے وہ تو بچ جائے گا، اس میں تو کوئی شک نہیں، ورنہ جو شخص دنیا میں آئے گا، جیسے امراضِ جسمانی ہر شخص کو چمٹتی ہیں، امراضِ روحانی بھی ہر شخص کو چمٹیں گی، ریاکاری کی ہو، نفاقِ اعتقادی کی ہو، حسد اور کبر کی ہو، بغض کی ہو، جو بھی امراضِ روحانی ہیں یہ ضرور اس کو چمٹیں گی۔ جب تک اہل اللہ کی صحبت نصیب نہ ہو۔ اس لیے صحبت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کا عمل تھوڑا بھی ہو لیکن اس میں خلوص پیدا ہو جاتا ہے۔ اور فرماتے تھے یہی وہ موتی ہیں جو اہلِ اللہ کی صحبت سے ملتے ہیں اور یہ فرماتے تھے اللہ والوں کی صحبت سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے، نہیں ہوتے، نہیں ہوتے، —تین دفعہ فرماتے تھے— فرماتے تھے دنیا کے موتی تو کنجریوں کے گھروں میں بھی ہوتے ہیں، بادشاہوں کے پاس بھی ہوتے ہیں، لیکن وہ دنیا تک ہوتے ہیں، جو اللہ والوں کی صحبت سے موتی ملتے ہیں۔ وہ قبر میں بھی ساتھ جائیں گے۔ حشر میں بھی انشاءاللہ نجات ہو جائے گی۔ بشرطیکہ عقیدت، ادب، اطاعت کے ساتھ کسی سچے اور کھرے اللہ کے ولی کے ساتھ تعلق جڑ جائے۔

خلاصہ

تو بہرحال اللہ تعالیٰ جس بھی عمل کی توفیق دے اس کی صورۃ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو اور سیرت بھی ان کے مطابق ہو تو پھر انشاءاللہ تعالےٰ راضی ہو جائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں گے۔

دعاء

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر اپنی اصلاح حال کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعاء مغفرت

میرے بھائی حاجی غلام قادر صاحب کافی عرصہ علیل رہنے کے بعد بروز سوموار ۱۲-۶-۹۶ کو علی الصبح داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے لیے قارئین خدام الدین دعا مغفرت کی درخواست ہے۔

حاجی محمد شفیع متصل سلطان گھی ملز
مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن فتحیہ، ملتان

نعت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

اطہر سلیمی، ایم۔اے اردو، ایم۔اے اسلامیات، سیالکوٹ

اِدھر سے لطف کی بادِ نسیم ہو جاتے
بس اِک نگاہ رسولِ کریم ہو جاتے

جو تیرے درد کو اپنائے شاہ کہلائے
جو تیری جوت جگالے عظیم ہو جاتے

مہک مہک اٹھیں ہر سو محبتوں کے گلاب
جدھر سے تیرے نفس کی شمیم ہو جاتے

یہ معجزہ کہ جو تیرا دوست بن جاتے
وہ دوستدارِ غفور رحیم ہو جاتے

وہ جس کے دل میں فروزاں نہیں ہے غم ترا
سپردِ نارِ عذاب الیم ہو جاتے

بڑے ہی رشک سے دیکھے اسے فلاطوں بھی
تری حدیث جو پڑھ لے حکیم ہو جاتے

کرے اشارہ تو مٹھی میں بول اٹھیں کنکر
کہے تو چاند فلک پر دو نیم ہو جاتے

درِ حضورؐ پہ یا رب یہ التجا ہے مری!
نصیب مجھ کو رہ مستقیم ہو جاتے

نہ اٹھ کے جائے تیرے آستانے سے
جو تیرے شہر میں اطہر مقیم ہو جاتے

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

قسط نمبر ۲

از: ابوالمظفر ظفر احمد قادری خطیب جامع مسجد واہگہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے۔ اور آخر خدمت نبوی ؐ میں باریاب رہے۔ مگر ان سے صرف ۵۳۷ احادیث مروی ہیں۔

حضرت علی رضؓ پہلے مشرف با اسلام ہونے والوں میں سے ہیں۔ آپ رضؓ کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پرورش میں لے لیا تھا۔ تقریباً ۳۴ سال خلوت و جلوت میں حضور علیہ سلام کے ساتھ رہے مگر کل ۵۸۶ احادیث نقل کیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسلام لانے کے بعد تقریباً ۲۲ سال برابر خدمت مبارکہ میں حاضر رہے اندر باہر اور ہر موقع پر ساتھ رہے لیکن کل احادیث ۸۴۸ روایت کیں۔ یہ سب مکثرین صحابہ کرام حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے زیادہ روایتیں کر سکتے تھے۔ مگر روایت حدیث میں خصوصاً براہ راست حضور علیہ سلام کی طرف منسوب کر کے روایت کرنا خلاف احتیاط خیال فرماتے تھے۔ مبادہ کہ بیان میں کوئی فرق ہو جائے اور وعید کے مستحق ہوں اس لئے بہت کم روایتیں ان سے مروی ہیں لیکن ان حضرات نے اپنی وافر حدیثی معلومات کو مسائل و فتاویٰ کی صورت میں بیان کیا۔ چنانچہ وہ اس کثرت سے ہیں کہ ہر ایک کے لئے بڑی بڑی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اصابہ میں ہے کہ تمام صحابہ کرام رضؓ میں سے حضرت عمر رضؓ حضرت علی رضؓ، حضرت ابن مسعود رضؓ، حضرت ابن عمر رضؓ، حضرت ابن عباس رضؓ، حضرت زید بن ثابت رضؓ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ کے فتوے اس قدر ہیں کہ ان میں سے ہر ایک فتوؤں کی ایک موٹی ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ بعینہٖ یہی صورت امام اعظم ؒ کے طریق روایات حدیث کی ہے ہزاروں لاکھوں مسائل و فتاویٰ کی تدوین کی رہنمائی میں کی گئی۔ اور یہی طریق روایات امام صاحب رضؓ کے اتباع میں اکثر فقہاء حنفیہ نے بھی اختیار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ امام صاحب رضؓ اور آپ رضؓ کے اصحاب و نشر کا تدوین فقہ قرآن حدیث کے ساتھ تامل و آثار صحابہ کرام رضؓ اور خصوصیت سے ان حضرات مذکورہ بالا کے تامل سے آثار و فتاویٰ کی تحقیق و جستجو کرتے تھے۔

حضرت امام اعظم ؒ کے اساتذہ محدثین

حافظ ابن حجر مکی شافعی ؒ نے الخیرات الحسان میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے چار ہزار اساتذہ سے احادیث حاصل کیں۔ امام سیوطی ؒ نے اور امام موفق ؒ اور کردی ؒ مناقب میں امام صاحب ؒ کے بہت سے شیوخ و اساتذہ کے نام لکھے ہیں واضح ہو کہ امام صاحب ؒ کے اساتذہ میں اکثر تابعین اور صحابہ کے وہ شاگرد ہیں جن کی روایتیں اکثر صحاح ستہ میں موجود ہیں اور جن کی روایات بعض محدثین نے نہیں لی وہ یا تو وہ بعد زمانہ کے سبب ان کی عدم معرفت کی وجہ سے ہوا یا مخالفوں حاسدوں کی افترا پردازیوں کے باعث کسی غلط فہمی کی وجہ سے ہوا۔

حضرت امام اعظم ؒ کا تفوق حدیث

دوسرے محدثین اکابر ؒ کی نظر میں

یزید بن ہارون ؒ میں نے علماء سے سنا ہے کہ ابو حنیفہ ؒ کے زمانہ میں ان کا نظیر تلاش کیا گیا مگر نہ ملا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ امام صاحب ؒ اعظم الناس ہیں۔ (موفق)

ابوبکر بن عیاش ابو حنیفہ ؒ اپنے زمانہ کے لوگوں میں افضل تھے (موفق)

خارجہ بن معصب ؒ میں ایک ہزار علماء سے ملا ہوں۔ مگر عقل و علم میں کسی کو ابو حنیفہ رضؓ کے برابر نہیں پایا۔ (انتصار)

ابو یحییٰ احمانی ؒ میں نے ابو حنیفہ رضؓ سے بہتر کسی شخص کو کبھی نہیں دیکھا۔

عبداللہ بن مبارک ؒ کسی نے ابو حنیفہ ؒ کا نام بے ادبی سے لیا تو فرمایا تمام علماء میں ایک ابو حنیفہ رضؓ کا مثل پیش کرو۔ ورنہ ہمارا پیچھا چھوڑ دو ہمیں عذاب میں مت ڈالو۔

سفیان ثوری ؒ ابو حنیفہ رضؓ کی مخالفت ایسا شخص کر سکتا ہے جو ان سے قدر اور علم میں بڑا ہو۔ اور ایسا کون شخص ہے افسوس ہے کہ بعد کے دور میں ان سے کم مرتبہ لوگوں نے مخالفت کی۔

سفیان بن عیینہ ؒ عبداللہ بن عباس رضؓ اپنے زمانہ کے عالم تھے ان کے بعد شعبی رضؓ اپنے زمانہ کے عالم تھے۔ ان کے بعد ابو حنیفہ رضؓ اپنے زمانہ کے عالم ہوئے یعنی ان قرون ثلثہ میں ہر ایک اپنے دور میں بے مثل تھا اور فرمایا کرتے تھے۔ ابو حنیفہ کا مثل میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔

امام مالک ؒ امام شافعی ؒ نے کئی محدثین کا ذکر کر کے حضرت ابو حنیفہ رضؓ کا حال دریافت کیا تو فرمایا۔ سبحان اللہ وہ عجیب شخص تھے ان کا مثل میں نے نہیں دیکھا۔

ابن مبارک ؒ فرمایا کرتے تھے تم لوگ امام اعظم ؒ کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہو کہ وہ محدث نہیں تھے دوسرا قول ہے کہ ابو حنیفہ رضؓ کی رائے مت کہو بلکہ حدیث کی تفسیر کہو۔ امام مالک آپ کے

شاگرد تھے اور امام بخاری شاگرد کے شاگرد تھے۔ جب امام اعظمؒ محدث نہ تھے تو ان کے ہزاروں شاگرد محدثؒ کیسے بن گئے۔ پوری تفصیل کے لئے دیکھو انوار الباری شرح بخاری تذکرہ محدثین)

امام اعظمؒ کی وصیتیں

یہ مضمون البلاغ کراچی میں بھی شائع ہوا ہے مولانا عاشق الٰہی شہری نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ نصائح عالیہ صاحب ہدایہ کے مشہور تلمیذ علامہ زرنوجیؒ اپنی کتاب تعلیم المتعلم میں لکھتے ہیں، اور طالب علم کو چاہیئے کہ وہ وصیت نامہ حاصل کرے جو امام ابو حنیفہ یوسف بن خالدؒ کو دیا تھا جب وہ گھر جانے لگے تھے۔ ہمارے استاد علی بن ابی بکرؒ نے فرمایا یہ وصیت لکھ لو کہ لوگوں سے پیش آنے اور ان سے برتاؤ کرنے کے سلسلے میں مدرس اور مفتی کے لئے یہ نصیحت نامہ بہت ضروری ہے۔ حضرت یوسف بن سمتی (البصری) نے جب علم حاصل کر لیا اور آپ نے شہر بصرہ کو واپسی کا ارادہ کیا اور امام اعظمؒ سے واپسی کی اجازت چاہی تو حضرتؒ نے فرمایا جانے میں جلدی نہ کرو کچھ انتظار کرو یہاں تک کہ میں تم کو واپسی کا تحفہ ایسی وصیت کا توشہ دے دوں جس کی تم کو لوگوں سے میل ملاقات رکھنے اور اہل علم کے مرتبے کو پہچاننے اور اپنے نفس کو آداب زندگی پر ڈالنے اور ماتحتوں سے مناسب طریقے پر برتاؤ کرنے اور عوام و خواص سے ٹھیک معاملہ رکھنے اور لوگوں کے حالات سے باخبر رہنے میں ضرورت پڑے گی میری وصیت کو یہ کہ جب تم نکلو گے تو تمہارے ساتھ ایک ایسا آلہ ہو گا جس کی علم کو ضرورت ہے اور جو علم کو چار چاند لگائے گا اور عیب دار ہونے سے بچائے گا پھر فرمایا خوب سمجھ لو جب تم لوگوں سے برا برتاؤ کرو گے وہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔ اگرچہ پہلے تمہارے لئے ماں باپ کی طرح بنے ہوئے ہوں۔ اور جب تم خوبی کا برتاؤ رکھو گے۔ وہ تمہارے لئے ماں باپ کی طرح ہو جائیں گے۔ اگرچہ پہلے تمہارے اور ان کے اندر کوئی رشتہ داری نہ ہو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ صبر کرو، یہاں تک کہ تفصیلی وصیت کرنے کا میں وقت نکال لوں اور اپنے فکر کو تمہاری طرف پورا لگا سکوں۔ تمہیں ایسی بات بتا سکوں جس کی وجہ سے تم میرے شکر گزار ہو گے۔ حضرت یوسف بن خالد فرماتے ہیں کہ جب اتنا وقت گزر گیا جس کے گزر جانے پر وصیت فرمانے کا وعدہ حضرتؒ نے فرمایا تھا۔ تو مجھ کو تنہائی میں وقت دیا اور فرمایا اب تم کو وہ سب باتیں کھول کر بتا دیتا ہوں جن کے لئے تمہارے واپس جانے کے لئے آڑ بنا ہوا تھا پھر ارشاد فرمایا وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ جب تم بصرہ میں داخل ہو گے اور تمہارے مخالفین تمہاری طرف متوجہ ہوں گے۔ اس وقت تم اپنے نفس کو علم کے غرور میں، ان کے مقابلہ میں بلند کرو گے۔ اور علم کے ذریعے ان کے سامنے بطور فخر بڑھ چڑھ کر بولنے والے بنو گے۔ جس کے نتیجے میں یہ ہو گا کہ تم ان کے پاس بیٹھنے اٹھنے اور ساتھ دینے سے دل برداشتہ ہو جاؤ گے۔ اور تم ان کے مخالف ہو جاؤ گے وہ تمہارے۔ اور تم ان سے قطع تعلق کرو گے وہ تم سے تم ان کو خراب لفظوں سے یاد کرو گے وہ تم کو۔ تم ان کو گمراہ بتاؤ گے وہ تم کو۔ تمہارے راستے کو غلط بتلائیں گے۔ اور تم کو بدعت کی طرف منسوب کریں گے۔ اس سب کا حاصل یہ ہو گا کہ ہم اور تم دونوں کی ذاتوں کو عیب لگے گا۔ اور اخیر نتیجہ یہ ہو گا کہ تم لوگوں کو چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جانے اور بھاگ جانے پر مجبور ہو گے۔ لیکن یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے (کہ آدمی) ایسے حالات پیدا کرلے کہ جن کی وجہ سے عوام اور خواص میں نہ ٹھہر سکے ہوشیاری اور سمجھداری کی بات یہ ہے کہ میل جول رکھنے کی کوشش کرتا رہے کیونکہ وہ عقلمند نہیں ہے۔ جو ایسے شخص کے ساتھ نباہنے کا خیال نہ رکھے۔ جس کے ساتھ نباہنا ضروری ہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اس کے لئے کوئی راستہ نکالے۔ جب تم بصرے میں داخل ہو گے لوگ تمہارا استقبال کریں گے تمہاری زیارت کو آئیں گے۔ تمہارا حق پہچانیں گے۔ تم اس وقت ہر شخص کو اس کے مرتبہ کے مطابق جگہ دینا۔ شریفوں کی عزت کرنا اہل علم کی تعظیم کرنا۔ بوڑھوں کی توقیر کرنا۔ نوعمروں کے ساتھ الفت سے پیش آنا۔ عوام سے نزدیک ہونا۔ بدکرداروں کی مدارات (یعنی دلداری کرنا) اچھے آدمیوں کی صحبت اختیار کرنا۔ صاحب اقتدار (بادشاہ قاضی) وغیرہ کے متعلق (قول و عمل) سے اس طرح پیش آنا جس سے وہ معمولی آدمی سمجھے جائیں۔ کسی کو حقیر مت سمجھنا۔ مروت میں کوتاہی نہ کرنا۔ اپنا بھید کسی پر ظاہر نہ ہونے دینا۔ کسی کی دوستی پر بغیر امتحان کے بھروسہ نہ کرنا۔ کسی کمینہ اور خسیس آدمی سے دوستی نہ کرنا۔ جو چیز تمہارے ظاہر حال کے متعلق نامناسب سمجھی جاتی ہو اس سے الفت نہ کرنا۔ بیوقوف سے بے تکلفی نہ برتنا۔ دعوت[۱] اور ہدیہ قبول نہ کرنا۔ مدارات صبر برداشت کرنا۔ خوش خلقی سینے کی کشادگی کو لازم کر لینا نئے کپڑوں کا استعمال کرنا۔ سواری کا جانور اچھا رکھنا۔ خوشبو کا استعمال زیادہ رکھنا۔ اپنی ذاتی ضرورتوں کے لئے تنہائی کا وقت نکال کر پوری کرنا۔ اپنے خادموں اور ماتحتوں کے حالات کی ٹوہ میں رہنا۔ ان کو ادب سکھانے اور زندہ (دل) رکھنے میں پیش پیش رکھنا۔ نرمی رکھنا ڈانٹ ڈپٹ زیادہ نہ رکھنا کہ وہ ڈھیٹ ہو جائیں گے اور ان کو اپنے ہاتھ سے سزا نہ دینا اس سے تیرا وقار دیرپا رہے گا۔ اپنی نمازوں کی پابندی کرنا۔ اور اپنا کھانا خرچ کرتے رہنا (یعنی احباب تلامذہ وغیرہم

[۱] دعوت اور ہدیہ قبول کرنا سنت ہے لیکن اگر دینی ضرورت سے قبول نہ کرے تو گنجائش ہے ۱۲

کو کھلاتے رہنا کیونکہ بخیل بھی سرداری کے قابل نہیں ہو سکتا۔ تیرا ایک خاص مشیر کار ہونا چاہیئے جو لوگوں کے حالات سے تجھے باخبر رکھے کہ جب تم کو بگاڑ کی خبر ہو تو سدھارنے میں جلدی کر سکے۔ کہ جب تم کو کسی خوبی کا علم ہو تو تو اس کو زیادہ رغبت سے کر سکے۔ جو تیرے پاس آئے یا نہ آئے تو ان دونوں کے پاس جا۔ جو شخص تجھ سے اچھا برتاؤ کرے تو اچھا برتاؤ کرنا۔ اور کوئی برا کرے تو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا معاف کرتے رہنا۔ نیکیوں کا حکم دینا۔ لایعنی سے غافل رہنا جو تجھ کو ایذا دے اس کو چھوڑ دینا (یعنی جو کر نہ لینا فکر نہ کرنا) حقوق قائم کرنے میں جلدی کرنا۔ تیرے ملنے والوں میں جو شخص بیمار ہو جائے۔ بیمار پرسی کو جانا اور قاصدوں کے ذریعے ان کے حالات کی خبر لیتے رہنا جو غائب ہو جائے (یعنی آمد و رفت کا سلسلہ ٹوٹ جائے) تو اس کے حالات کی تفتیش کرنا۔ اور جو شخص تیرے پاس آنے سے بیٹھ رہے تو اس کے پاس جانے سے نہ رکنا جو تجھ سے بدسلوکی کرے۔ اس سے تعلق جاری رکھنا جو تیرے پاس آئے اس کا احترام کرنا۔ جو تجھ سے بری طرح پیش آئے اس کو معاف کر دینا۔ جو تیری بدگوئی کرے تم اس کی اچھی باتوں کا تذکرہ کرنا۔ جو شخص مرجائے (اگر اس کا حق تیرے ذمہ ہو) تو حق ادا کرنا (یعنی وارثوں کو دے دینا) جس کو خوشی حاصل ہو مبارک باد دینا۔ اور جسے مصیبت پہنچ جائے اس کو تسلی دینا اور جسے کوئی آفت پہنچے اس سے ہمدردی کا اظہار کرنا جو کوئی تجھے اپنے کام کے لئے اٹھا کر لے چلنا چاہے تو اس کے ساتھ اٹھ کھڑا ہونا۔ اور جو کوئی تجھ سے فریاد کرے تو اس کا فریادرس ہو جانا اور جو کوئی تجھ سے مدد چاہے اس کی مدد کرنا۔ جہاں تک ہو سکے لوگوں کے سامنے دوستی ظاہر کرنا۔ سلام خوب پھیلانا۔ اگرچہ کمینے لوگوں کو کرنا پڑے۔ جب تو دوسروں کے ساتھ کسی مجلس میں بیٹھے یا کسی مسجد میں لوگوں کے ساتھ تیرا ملنا ہو جائے۔ اور سوالات جاری ہو جائیں جن میں لوگ اپنے غور و فکر کو لے کر گھس جائیں اور ان کے غور و فکر کا نتیجہ تیرے مسلک کے خلاف ہو تو تو (جلدی) سے ان کے خلاف اپنی رائے کا اظہار مت کرنا۔ پس اگر پھر تجھ سے سوال کیا جائے تو (پہلے) اسی مسلک کا اظہار کر جس کو وہ لوگ ٹھیک جان رہے ہوں اس کے بعد تو کہہ کہ اس میں ایک قول اور بھی ہے (جس کا بیان اس طرح ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تیری بات سن کر وہ تیرے مسلک کو قبول کر لیں تو تیرا مرتبہ اور تیری عزت پہچان لیں گے (جس سے آئندہ کمزور بات تیرے سامنے کہنے سے رکیں گے) تیرے پاس جو بھی آتا جاتا ہو ہر ایک کو کوئی نہ کوئی علم کی ایسی بات دے (جس میں وہ غور کرے اور علم کی کھلی کھلی باتوں کے ذریعے لوگوں کی گرفت کرنا اس بارے میں باریک باتوں کو استعمال نہ کرنا۔ لوگوں کو مانوس رکھنا۔ کبھی کبھی مذاق بھی کر لیا کرنا۔ ان کے ساتھ باتیں بھی کرنا یہ چیزیں بھی کرنا۔ یہ چیزیں تیرے لئے محبت کو کھینچیں گی۔ اور اس طرح سے علم کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہ سکے گا۔ کبھی کبھی ان کو کچھ کھلا دیا کرنا۔ ان کی لغزشوں سے غفلت رکھنا۔ ان کی حاجتیں پوری کرنا۔ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا۔ ان کے قصور کے بارے میں اس طرح پیش آنا کہ گویا تو نے دیکھا ہی نہیں ہے کسی کے لئے دل تنگی اور ملال خاطر ظاہر نہ ہونے دینا۔ ان کے ساتھ اس طرح رہنا گویا تو بھی ان میں سے ایک ہے۔ لوگوں کے ساتھ اس طرح معاملہ رکھنا جیسا کہ تو اپنے نفس کے ساتھ رکھتا ہے اور تو اپنے نفس کی طرف سے دوسروں کے حق میں جس برتاؤ کو پسند کرے ان کی طرف سے اپنے لئے اسی کو پسند کر۔ اپنے نفس پر قابو پانے کے لئے اس طرح (نفس ہی سے) مدد حاصل کرنا کہ تو اس کو خامیوں سے بچایا کرے۔ اور اس کے حالات کا مراقبہ کرتا رہے۔ شر پھیلانے والے کاموں کو چھوڑ دے۔ اور تجھ سے برداشتہ خاطر ہو جائے تو اس کی طرف سے (برداشتہ خاطر نہ ہو جانا) جو تیری طرف کان لگائے تو بھی اس کی بات سننا۔ لوگ جو کام تجھ سے نہ لیں۔ وہ کام تو بھی ان سے نہ لے۔ لوگوں کے لئے اس حالت پر راضی ہو جا جس پر اپنے نفسوں کے راضی ہوں۔ ان کی طرف سے حسن نیت کو بڑھانا۔ سچائی کو کام میں لانا۔ تکبر ایک طرف کو پھینک دینا۔ دھوکہ دینے سے بچنا اگرچہ لوگ تجھ کو دھوکہ دیں۔ امانت ادا ادا کرنا اگرچہ لوگ تجھ سے خیانت کا برتاؤ کریں۔ عہد و دوستی کو پورا کرنے کو مضبوط پکڑنا۔ اور پرہیزگاری کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ دوسرے دین والوں سے مناسب معاشرت کے ساتھ پیش آنا۔ ان نصیحتوں کے بعد حضرت امام صاحبؒ نے اپنے شاگرد عزیز سے فرمایا بے شک تو اگر میری اس وصیت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے گا تو میں امید کرتا ہوں کہ تو سب خرابیوں اور معصیتوں سے سالم رہے گا۔ اس کے بعد فرمایا۔ مجھ کو تیری جدائی سے رنج ہے اور تجھ سے جان پہچان ہے وہ میرے لئے انس کا ذریعہ ہے۔ تو اپنے خطوں کے ذریعے مجھ سے تعلق باقی رکھنا اور اپنی حاجتوں سے مجھ کو مطلع کرتے رہنا اس بارے میں تو میرے لئے مثل بیٹے کے ہے کیونکہ میں تیرے لئے مثل باپ ہوں۔

گرم آب و ہوا میں گرم گرم ردِ عمل

"نمائندہ خصوصی"

تاریخ پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ملتان صدیوں پرانا شہر ہے۔ باب الاسلام سندھ میں محمد بن قاسمؒ کی آمد سے لے کر آج تک ملتان کے در و دیوار اور لیل و نہار نے سینکڑوں انقلابات دیکھے اور آج بھی ملتان علمی، دینی، سماجی اور سیاسی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ گزشتہ سال نظام مصطفیٰ کی تحریک میں ملتان کے باغیرت سپوتوں نے جس جوش و خروش اور عزیمت و استقامت کا ثبوت دیا اسلامی نظام کے لیے جو سعی و جد و جہد کی اور نفاذِ شریعت کے سلسلہ میں جو لازوال قربانیاں دیں مستقبل کا مؤرخ ان کے کارناموں کو سنہری حروف میں لکھے گا۔ جو رہتی دنیا تک تاریخ کے صفحات میں جگمگاتے رہیں گے۔

جب سے پاکستان عالمِ وجود میں آیا۔ پاکستان کی تیس سالہ تاریخ گواہ ہے کہ یہاں پر اسلامی نظام کے سلسلہ اور دینی اقدار کے تحفظ میں قوم سے جس قسم کی قربانی طلب کی گئی قوم اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو کر میدانِ عمل میں آ گئی۔ اس راہ میں قوم کو کتنے مصائب سے گزرنا پڑا اور خون کے سمندر میں تیرنا پڑا۔ وہ ایک الگ داستان ہے لیکن قوم کی قربانیوں کا صلہ کیا ملا؟ صرف یہی کہ جن لیڈروں اور رہنماؤں کے اکسانے پر قوم نے جانفروشی و جاں سپاری کی عظیم روایات قائم کیں انہی لیڈروں نے شہداء کی نعشوں اور کٹی ہوئی کھوپڑیوں پر اپنی نفسانی خواہشات، ذاتی مفادات اور گروہی و جماعتی تعصبات کے تاج محل تعمیر کیے۔ جب بھی کوئی تحریک قوم کی قربانیوں سے اختتام کو پہنچی ماسوائے چند مخلص افراد کے ہر لیڈر نے تحریک کی کامیابی کا سہرا اپنے سر سجانے کی کوشش کی۔ خواہ تحریک کے دوران اس نے اتنا کام بھی نہ کیا ہو جتنا آٹے میں نمک یا ماش کی دال پر سفیدی ہوتی ہے۔ اس کی تازہ مثال پیشِ خدمت ہے۔ کراچی کے ہفت روزہ "افق" نے جو نورانی میاں کی جماعت کا ترجمان ہے تحریک نظام مصطفیٰ نمبر کا اعلان کیا۔ لوگوں کو توقعات تھیں کہ جماعتی اور فکری تعصب و تنگ نظری سے بالاتر ہو کر ہر جماعت جس نے کسی قسم کی کوئی قربانی دی۔ اس کا اس خاص نمبر میں تذکرہ ہوگا کیونکہ یہ آئندہ نسل کا سرمایۂ افتخار ہے لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جس بات کا اندیشہ تھا وہی ہوا کہ جناب بھوپالی نے اپنے "نمبر" بنانے کے لیے آئندہ آنے والی نسل کو غلط سوچ کی راہ پر ڈالا۔ پوری قوم کی امیدوں پر پانی پھیرا اور جماعتی و نظریاتی تنگ نظری و تنگ داماں سے کام لے کر تحریک نظام مصطفیٰ کا سہرا اپنے قائد کے کلاہ مبارک پر سجا دیا۔ اور یوں نورانی میاں اپنی جماعت کے اراکین کی نگاہوں میں "سالارِ قافلۂ نظام مصطفیٰ" بن گئے۔ اسے تاریخ سے سنگدلانہ مذاق اور بھونڈا تمسخر ہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ پوری قوم کی قربانیاں فردِ واحد کی پگڑی میں ٹانک دیں۔ یہی حال تحریک استقلال اور مسلم لیگ کا ہے۔

* * *

پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا آمر حکمران قوم کی قربانیوں کی بنا پر اقتدار کے سنگھاسن سے اتارا گیا تو قومی اتحاد جس کی قیادت میں نظامِ مصطفیٰ اور بحالی جمہوریت کی بے مثال تحریک چلی اس اتحاد کی عمارت میں دراڑیں اور شگاف پڑنے شروع ہو گئے۔ اصغر خان جن کے نام میں شامل "الف" انہیں الگ رہنے پر ابھارتا ہے اور جن کا "استقلالی ہوائی جہاز" قومی اتحاد کے رن وے پر اتر چکا تھا پی این اے

کے رن وے پر موجود عملہ کے دیکھتے ہی دیکھتے پرواز کر گیا۔ جے یو پی کا اڑن کھٹولا بھی علیحدہ محوِ پرواز ہونے کے لیے تیار کھڑا ہے مسلم لیگ کا اپالو "اتحاد کی زمین" چھوڑ کر "اقتدار" کی سطح پر اترنے والا ہے۔ اور پانچ جولائی تک "اقتدار کی سطح پر پہنچ جائے گا۔ قومی اتحاد کی عمارت میں نقب کس نے لگائی؟

سیاسی حلقوں میں شدومد کے ساتھ ایک ہی شخص کا نام لیا جاتا ہے اور وہ شخصیت جناب جنرل ضیاء کی ہے ان کی تقریر کے بعد ہی مسلم لیگ والوں نے یہ سوچا کہ ابن الوقت، بے ضمیر، بے پیندے کے سیاسی لوٹے، چڑھتے سورج کے پجاری اور بانی پاکستان کی جیب کے کھوٹے سکے اقتدار کی کرسی تک پہنچنے کے لئے ہی جب اکھٹے ہوئے ہیں۔ تو یہ سنہری موقعہ ہاتھ سے کیوں جانے پائے اس لیے قومی اتحاد سے علیحدگی کے بارہ میں مسلم لیگ سوچتی ہے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس میں شامل افراد اپنے ماضی کی "حسین روایات" ہی کو زندہ کر رہے ہیں کسی بڑے جرم کا تو ارتکاب نہیں کر رہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیر پگارا اتحاد کے دوسرے لیڈروں کے برعکس مارشل لاء کو احتساب کے بجائے زیادہ زور دے رہے ہیں۔

جنرل صاحب کی تقریر کے سلسلے میں مسلم لیگ کی طرف سے جس ردِ عمل کا اظہار کیا گیا وہ آپ پڑھ چکے۔ اس سلسلہ میں قومی اتحاد کے صدر محترم نے ملتان میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ردِ عمل کے طور پر اپنے جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ بھی پڑھ لیجئے۔

"قومی اتحاد صرف اس شرط پر قومی حکومت میں شامل ہونے پر رضامند ہوا تھا کہ عام انتخابات کی راہ ہموار ہو جائے اور جمہوریت بحال ہو ہمارے لیے غیر نمائندہ حکومت کے ساتھ اقتدار میں شامل ہونا انتہائی مشکل اور کٹھن کام تھا اور صرف قوم و ملت کے مفاد میں ہی ہم اس کڑوی گولی کو نگلنے کے لیے تیار ہوئے تھے۔ (نورانی میاں کی جماعت نے اس بناء پر شاید انکار کیا تھا کہ ان کی زبان میٹھے کی عادی ہے کڑواہٹ سے آشنا نہیں)

اگر بلدیاتی انتخابات کے لیے فضا سازگار ہے تو قومی انتخابات کیوں نہیں کرائے جاتے۔ بلدیاتی انتخابات میں تو بدامنی اور جھگڑے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے جب کہ قومی اسمبلی کے انتخابات میں ایسا نہیں ہوتا۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے قومی اتحاد کے رہنماؤں سے ملاقات کے دوران یہ بات طے کر دی تھی کہ پچیس جون کے خطاب کے دوران محدود سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دے دی جائے گی۔ یہ بھی فیصلہ ہوا تھا کہ اس کے ساتھ ہی اضلاع اور ڈویژنل سطح پر سب مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہٹا دئیے جائیں گے۔

تاہم یہ دونوں وعدے پورے نہیں کئے گئے۔ میرے نزدیک اس وقت ملک میں کوئی ایسی سیاسی پارٹی نہیں جو نظریہ پاکستان اور قومی یکجہتی پر یقین نہ رکھتی ہو ملک کے وفادار کون اور غدار کون ہیں۔ یہ کھیل اب بند ہونا چاہیئے۔"

قومی اتحاد کے ایک اور ممتاز رہنما نوابزادہ نصراللہ خان صاحب جن کا تعلق بھی ملتان ڈویژن سے ہے ان دنوں اپنے آبائی گاؤں خان گڑھ میں مقیم ہیں انہوں نے بھی جنرل صاحب کی تقریر کے متعلق شدید ردِ عمل کا اظہار کیا اور اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ حالیہ ملاقات میں قومی اتحاد کے وفد سے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے یہ حتمی وعدہ کیا تھا کہ وہ سیاسی سرگرمیوں پر عائد پابندیاں نرم کر دیں گے۔ اور محدود اجتماعات میں جماعتوں کی مجالس عاملہ کے اجلاس منعقد کرنے ، رکنی سازی اور جماعتی انتخابات کے انعقاد کی اجازت دے دیں گے۔ لیکن ضیا صاحب نے وعدہ کی خلاف ورزی کی اور سیاسی سرگرمیوں پر تین ماہ کی اور پابندی عائد کر دی۔ اب جبکہ مرکزی اور صوبائی بجٹ پیش ہو رہے ہیں، سیاسی رہنماؤں کو باقاعدہ پریس کانفرنس کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ بجٹ اور دیگر قومی مسائل کے بارے میں اظہارِ خیال کر سکیں۔ جنرل صاحب

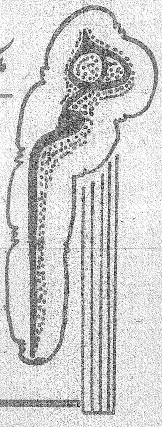
وفاقی کابینہ کو سول حکومت کا نام دیں یا مخلوط حکومت کا ہماری وردی ختم ہو گئی ہے۔ تاہم ہماری یہ رائے اپنی جگہ برقرار رہے گی کہ ملکی و قومی مسائل کو عوام کے منتخب نمائندوں پر مشتمل حکومت ہی بہتر طور پر حل کر سکتی ہے۔ جس کے لیے جمہوری عمل کا فوری اجراء اور عام انتخابات کا انعقاد لازمی ہے۔

مفتی صاحب اور نواب زادہ صاحب کے خیالات ہیں جو ہم آہنگی پائی جاتی ہے وہ ظاہر ہے۔ اس قسم کے خیالات کا اظہار دوسرے لیڈر بھی کر رہے ہیں۔ اس بات پر سوائے پیرپگاڑا کے تمام لیڈر متفق ہیں کہ انتخابات جلد سے جلد کرائے جائیں تاکہ صحیح معنوں میں عوام کی حکومت قائم ہو سکے۔ جناب جنرل اکثریت کا مطالبہ تسلیم کر لیں تو یہ بات قوم اور اس کے مفادات میں بہتر ہو گی اگرچہ اخبارات کے اعلان سے نوکرشاہی جو قومی معیشت کو تیس سال سے جونک کی طرح چوس رہی ہے جنرل صاحب کے اس اقدام سے نالاں تو ہو گی لیکن ضیاء صاحب کو اس کی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ نوکرشاہی مارشل لاء کے زیر سایہ اپنی پانچوں انگلیاں گھی میں تر رکھنا چاہتی ہے اور سول حکومت قائم ہو جانے کے بعد ان سیاہ بھیڑیوں کو خطرہ ہے کہ جب تطہیر کا عمل شروع ہو جائے گا تو ان کے نقلی چہروں سے نقاب الٹ جائے گا اور اصلی چہرے سامنے آ جائیں گے۔ ضیاء صاحب کی تمام پالیسیاں جو ناکام ثابت ہوئی ہیں ان کے پسِ پردہ بیوروکریسی کا ہی ہاتھ ہے۔ خدا را جتنا جلدی ہو سکے قوم کو ان جونکوں سے نجات دلایئے تاکہ ملک ترقی کی راہ پہ گامزن ہو۔

ضرورتِ رشتہ

میرا لڑکا جو حافظ وقاری ہے کے لیے دیندار پابند صوم وصلوٰۃ لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے ذات پات اور جہیز کی کوئی قید نہیں۔ لڑکا ل امام مسجد اور معقول مشاہرہ حاصل کرتا ہے عمر ۲۲ سال ہے۔ ہمارے خاندان کا روحانی تعلق حضرت لاہوری رح اور ان کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ انور سے ہے

مولوی محمد شفیع یونیورسل انڈسٹریز لمیٹڈ
جی۔ ٹی روڈ مریدکے ضلع شیخوپورہ



کراماتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انتظار حسین اسعد

عزیز بچو!

حضرت عمرؓ نے ایک مقام پر لشکر بھیجا لشکر کے سردار ساریہؓ نامی ایک شخص تھے جب وہ لشکر وہاں گیا اور مقابلہ ہوا تو دشمن نے یہ فریب دیا، کہ ایک پہاڑ کی کھوہ میں کچھ لوگ چھپا دیئے، تاکہ وہ عین موقع پر کام آئیں جب میدان گرم ہونے کے قریب تھا، کہ ساریہؓ دھوکہ کھا جائیں، اور مغلوب ہوں، تو اتنے میں آواز آئی، یا ساریۃ الجبل یعنی اے ساریہؓ پہاڑ کی طرف سے ہوشیار رہ، وہ یہ آواز سُن کر ہوشیار ہوگئے، یہ آواز حضرت عمرؓ نے دی تھی، جو اُس وقت جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے یہ آواز ہزاروں کوس کے فاصلے پر پہنچا دی

اسی طرح سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ کے بارہ میں آیا ہے کہ ان پر ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے میری کچھ زمین غصب کر لی ہے، سعیدؓ بولے اے خدایا اگر یہ جھوٹی ہے اسے اندھا کر دے اور زمین ہی میں قتل کر مرنے سے کچھ دن پہلے وہ اندھی ہوگئی ایک دن کچھ ٹٹولتی پھر رہی تھی، کہ ایک گڑھے میں گر کر مر گئی (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عمرؓ کے زمانہ میں ایک شیر نے راستہ بند کر رکھا تھا، اور لوگ راستہ چلنے سے رُکے ہوئے تھے، حضرت عمرؓ کا اس طرف گزر ہوا تو آپ نے شیر سے فرمایا، ہٹ جا اُس نے دُم ہلائی اور چل دیا، پھر لوگ چلے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ہر شے کو ڈرا دیتے ہیں، حدیث شریف میں ہے، بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ میلے کچیلے اور بال غبار آلود رہتے ہیں وہ کسی کے دروازے پر جائیں تو کوئی بات نہ پوچھے، اور دھکے دے کر نکال دیں اور شان ان کی یہ ہے کہ اگر وہ کسی بات پر اڑ کر خدا کی قسم کھا بیٹھیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے،

شیخ امام شیخ الطریقت شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں، اولیاء اللہ سے طرح طرح کی کرامات کا صدور ہوتا ہے غیب سے آواز میں سنتے ہیں، زمین کی طنابیں ان کے لئے کھینچ جاتی ہے، شے کی ہیئت بدل جاتی ہے مٹی کا سونا وغیرہ جو بات دل میں پوشیدہ ہوتی ہے، وہ ان پر کھل جاتی ہیں، اور یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کا ثمرہ ہے، جو رسولؐ کی اتباع زیادہ کرتا ہے، اسے قرب و عبودیت زیادہ ملتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ، یعنی اے محمدؐ تم کہدو اگر تم اللہ کو چاہتے ہو میرا اتباع کرو اللہ خود تمہیں چاہنے لگے گا۔

اہل دنیا حریص اور دنیا پر گرنے والے کبھی بھی ان اوصاف کے مورد نہیں ہو سکتے، یہ وہ لوگ ہیں، کہ ان کی نسبت رسول اللہ فرماتے ہیں، اگر دو بھیڑیئے بکریوں کے ایک گلہ میں چھوڑ دیئے جائیں، تو اتنا فساد نہ مچائیں اور نہ مال کو تباہ و برباد کریں جتنا کہ آدمی کے دین کو مال کی حرص برباد کرتی ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں، کہ جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى یعنی بے شک انسان سرکشی کرتا ہے اس وجہ سے کہ وہ اپنے کو غنی دیکھتا ہے۔

پیارے بچوں جیسا صحابہ اکرامؓ اور اولیاء اللہ نے اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری دن رات اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے، اپنی نفسانی چیزوں کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کے طریقہ کو اپنایا اسی وجہ سے اللہ کے ہاں ان حضرات کا مقام اور مرتبہ بلند ہوا عزیز بچو! ہمیں بھی چاہیئے کہ رات دن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق زندگی بسر کریں آمین ثم آمین

مجلس مشاعرہ بیاد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ

فردوس کالونی کراچی۔ مورخہ ۱۶؍جون ۷۸ء۔ حضرت امیر معاویہؓ کی یاد میں مجلس مناقبہ منعقد ہوئی موصول شدہ کلام کے اقتباسات بلحاظ حروف تہجی حسب ذیل ہیں

(صفدر گنوری سیکرٹری بزم ہذا)

جناب اشفاق صاحب میرٹھی

ماندِ آفتاب جنابِ معاویہؓ — رکھتے نہیں جواب جنابِ معاویہؓ
کرتے ہیں دوستوں کیطرح دشمنوں پہ بھی — احسان بے حساب جنابِ معاویہؓ
حضرت حسنؓ نے دی ہے خلافت جناب کو — ہیں حق پہ یوں جناب جنابِ معاویہؓ

جناب الطاف صاحب

واللہ حق شناس جنابِ معاویہؓ — ہیں علم کی اساس جنابِ معاویہؓ
آتے ہی ہوش داخلِ اسلام ہوگئے — تھے کیسے حق شناس جنابِ معاویہؓ
خندہ دلی سے کرتے تھے برداشت ہر الم — ہوتے نہ تھے اداس جنابِ معاویہؓ

جناب انوار صاحب

اعلیٰ تمہاری شان جنابِ معاویہؓ — قربان تم پہ جان جنابِ معاویہؓ
تا زندگی اٹھائے رہے عدل کا عَلَم — انصاف کا نشان جنابِ معاویہؓ
چالیس سال تک رہے مصروفِ کارِ حق — یہ ہے تمہاری شان جنابِ معاویہؓ

حضرت احمد علی اثر ہاپوڑی

ہر کافر و منافق و بے دیں کا آج بھی — ہے آپ پر عتاب جنابِ معاویہؓ
کرتے ہیں یوں بیان قرآن و حدیث کا — ہیں دین کی کتاب جنابِ معاویہؓ
صادق، امین، غازی و محبوب مسلمین — ہیں آپ کے خطاب جنابِ معاویہؓ
زیب نگاہ رکھتے ہیں لے قوم صبح و شام — اللہ کی کتاب جنابِ معاویہؓ

جناب حسن دہلوی

دشمن کے دل کا داغ جنابِ معاویہؓ — اسلام کا چراغ جنابِ معاویہؓ
پیچیدہ مسئلوں کو بھی لمحوں میں حل کیا — یہ آپ کا دماغ جنابِ معاویہؓ

جناب شوق بدایونی

رشتہ ہے دل کا تم سے جنابِ معاویہؓ — ہو تم قریب دل سے جنابِ معاویہؓ
اے شوق میری مصلحت انگیزیاں نہیں — میں جانتا ہوں جو تھے جنابِ معاویہؓ

صفدر گنوری ناظم بزم ہذا

اک ضوفشاں چراغ جنابِ معاویہؓ — اسلام کے دماغ جنابِ معاویہؓ
حکمت کے ماہتاب فراست کے آفتاب — روشن ترین دماغ جنابِ معاویہؓ
زندہ ہے جن سے روحِ خطابت وہی تو تھے — آسودۂ بلاغ جنابِ معاویہؓ

صابر ہزاروی

صفین اور جمل کی ہیں جنگیں کہانیاں — یارِ علیؓ تھے خاص جنابِ معاویہؓ
ہے قدردان آپ کی خدمات دین کا — ہر مردِ حق شناس جنابِ معاویہؓ
شامل ہوئے نہ جنگوں میں اسلام کیخلاف — تھا تم کو حق کا پاس جنابِ معاویہؓ

ظفر دہلوی

دشمن ہوا خراب جنابِ معاویہؓ — آپ اس پہ ہیں عذاب جنابِ معاویہؓ
حُسنِ وفا شناس محبت کے قدردان — دور از رہِ عتاب جنابِ معاویہؓ
چالیس سال خدمتِ اسلام آپ کی — اور وہ بھی لاجواب جنابِ معاویہؓ

جناب عاصی صاحب مُرادآبادی

مفہومِ حق نگار جنابِ معاویہؓ — ہے آپ پر نثار جنابِ معاویہؓ
راہِ حسن پہ منزلِ محمود میں ملے — ملت کے تاجدار جنابِ معاویہؓ
اہل سبا کے دم سے ہی واللہ آپؓ پر — ہے تہمتوں کا بار جنابِ معاویہؓ

جناب عقیل صحرائی

وہ رازدارِ صاحبِ قرآن بطورِ خاص — ملت کے پاسباں ہیں جنابِ معاویہؓ
ہیں مسندِ خلافتِ راشد کی آب و تاب — اک میرِ کارواں ہیں جنابِ معاویہؓ
فرمانروائے بحر، کہ بانئ بحریہ — کیا بحرِ بیکراں ہیں جنابِ معاویہؓ

جناب منظر دہلوی

دھندلا نظر جو آیا تمہیں دیں کا آئینہ — دی تم نے آب و تاب جنابِ معاویہؓ
پڑھتے بھی تھے روانی سے اللہ کی کتاب — لکھتے بھی تھے شتاب جنابِ معاویہؓ
دیتے نہ کیوں زکوٰۃ ادا کیوں نہ کرتے حج — تھے صاحبِ نصاب جنابِ معاویہؓ

محمد عثمان حیدرآبادی

تھا قدردان آپ کی خدماتِ دین کا — ہر مردِ حق شناس جنابِ معاویہؓ
شامل ہوئے نہ جنگوں میں اسلام کیخلاف — تھا تم کو حق کا پاس جنابِ معاویہؓ
شہرت چار دانگ میں پھیلی ہے آپ — دشمن ہے یوں اداس جنابِ معاویہؓ

عبدالباری اعظمی

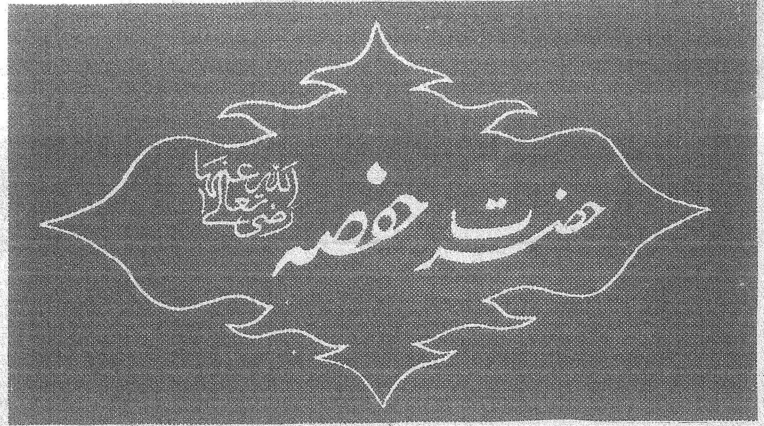
رفعت سے دینِ حق کی جہاں میں منافقین — کھاتے ہیں پیچ و تاب جنابِ معاویہؓ
دینِ مبین کو ہوتی ہیں جتنی ترقیاں — اعدا کو اضطراب جنابِ معاویہؓ
پھولوں سے مومنوں کے ہیں دامن بھرے ہوئے — دیتے ہیں بے حساب جنابِ معاویہؓ

محمد یوسف کاغانوی

ان سب میں تھے مہان جنابِ معاویہؓ — تھے جن کے درمیان جنابِ معاویہؓ
لگتا تھا جس کا تیر نشانے پہ ٹھیک ٹھیک — تھے دین کی کمان جنابِ معاویہؓ

حضرت مظہر کرمانی

سالے رسولِ پاکؐ کے سالارِ دین بھی — کاتب بھی ہیں وحی کے جنابِ معاویہؓ
بعدِ علیؓ انہی کا تو اعلیٰ مقام ہے — ہیں جانشین علیؓ کے جنابِ معاویہؓ



ازواج مطہرات میں حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بعد جو نام آتا ہے وہ حضرت حفصہؓ کا ہے۔ حضرت حفصہؓ خلیفہ دوم حضرت عمر ابن الخطابؓ کی صاحبزادی ہیں۔

حضرت عمر ابن الخطابؓ کے آغوشِ اسلام میں آنے کے بعد اسلام کی تاریخ میں ایک نئی زندگی اور نئی روح پیدا ہو گئی اور مسلمانوں نے جن کی اس وقت تک تعداد چالیس پچاس سے زیادہ نہ تھی۔ پہلی بار حضور اکرمؐ کی امامت اور حضرت عمر ابن الخطابؓ کی معیت میں خانۂ کعبہ میں نماز ادا کی۔

حضرت حفصہؓ کی والدہ کا نام زینب بنتِ مظعونؓ تھا۔ مشہور صحابیٔ رسولؐ حضرت عثمان بن مظعونؓ ان کے بھائی تھے۔ خود بھی صحابیہ تھیں۔ حضرت حفصہؓ کے ایک بھائی عبداللہ بن عمرؓ بھی تھے۔ حضرت حفصہؓ بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔ اس وقت قریش مکہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے پہلے خنیس بن خداقہ بن قیس بن عدیؓ سے نکاح ہوا۔ جن کا تعلق مکہ کے مشہور خاندان بنو سے تھا ماں باپ اور شوہر کے ساتھ دائرۂ اسلام میں آئیں۔ شوہر کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔ قریش مکہ نے حضور اکرمؐ کی ہجرت کے بعد ہی مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں لہٰذا رمضان ۲ھ ہجری میں ان کے منصوبوں نے عملی صورت اختیار کر لی اور مدینہ کے قریب بدر کے مقام پر قریش مکہ اور مدینہ کے مسلمان مہاجر و انصار کے درمیان ایک زوردار معرکہ پیش آیا حضور اکرمؐ کے ساتھ تقریباً تین سو مجاہد تھے اور قریش کی جمعیت ایک ہزار سے زائد تھی۔ اللہ کی مدد سے فتح اسلام کی ہوئی لیکن بہت سے صحابیوں نے جامِ شہادت بھی نوش کیا۔ انہی میں خنیس بن خذافہ بھی تھے۔ حضرت حفصہؓ کی عین جوانی کے عالم میں اچانک بیوگی پر حضرت عمر ابن الخطابؓ بہت مغموم و ملول تھے۔

حضور اکرمؐ نے نہ صرف حضرت عمر ابن الخطابؓ کے غم کو محسوس کیا بلکہ اس کا مداوا فرمانے کی سعی بھی فرمائی۔ اور وہ اس طرح کہ خود حضرت حفصہؓ سے عقد کی خواہش کی۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ کے لئے یہ مژدہ تھا۔ حضرت حفصہؓ ماہ شعبان ۳ھ ہجری کو حضور اکرمؐ کے عقد میں آکر ام المومنین بن گئیں۔

ام المومنین حضرت حفصہؓ بہت پڑھی لکھی ذہین و فطین خاتون تھیں اور فن خطاطی میں بڑی ماہر تھیں۔ یہ فن انہوں نے باقاعدہ عرب کی مشہور خطاط خاتون شفاء بنت عبداللہ بن عبدالشمسؓ سے سیکھا تھا اس سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے کہ قدیم عرب میں مردوں میں ہی نہیں بلکہ عورتوں میں بھی علم و فن سے گہرا لگاؤ تھا۔

ابو داؤد سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی حضرت حفصہؓ کو اس قرآن مجید کا امین بنایا تھا جس کا نام حضور اکرمؐ نے "امام" رکھا تھا۔ کلام الٰہی کے اس مجموعہ کو حضور اکرمؐ قیام مکہ کے دوران خود اپنے پاس رکھتے تھے۔ لیکن ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں ہی حضور اکرمؐ نے مدینہ میں مسجد نبوی کے ایک ستون کے پاس ایک صندوق میں اس کو رکھوا دیا تھا تاکہ حفاظ اور دوسرے قاری اس کو دیکھ کر اپنے شکوک و شبہات رفع کر لیں۔ اور نقل کرنے والے نقل کر سکیں۔ اسی لیے مسجد نبویؐ کے اس ستون کا نام ہی "اسطوانۃ المصحف" مشہور ہو گیا حضور اکرمؐ کی رحلت کے بعد یہ

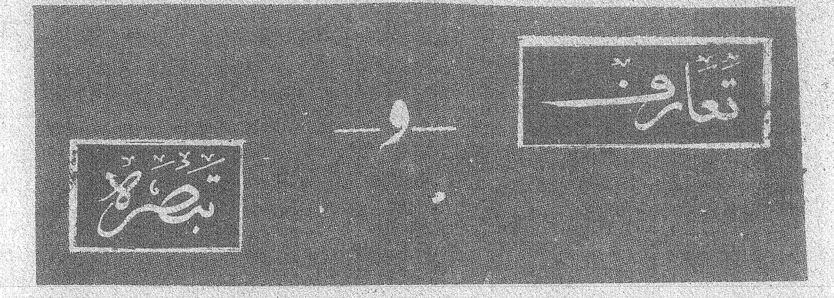
مصنف "امام" ام المومنین حضرت حفصہؓ کی زندگی تک ان ہی کے پاس رہا۔

حدیث میں ہے کہ ایک بار حضرت جبرئیل امین نے حضور اکرمؐ سے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے بارے میں عرض کیا تھا کہ وہ صوامہ و قوامہ ہیں یعنی بہت روزے رکھنے اور بکثرت نماز پڑھنے والی۔

ام المومنین حضرت حفصہؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابن الخطابؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹیاں تھیں۔ جن کو حضور اکرمؐ سے بڑا تقرب حاصل تھا۔ غالباً یہی اثر تھا کہ حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان بھی دیگر ازدواج کے مقابلہ میں بڑا ربط و انس تھا۔

ام المومنین حضرت حفصہؓ کے فضائل و کمالات بہت ہیں۔ ان سے تقریباً ساٹھ حدیثیں مروی ہیں جو انہوں نے حضور اکرمؐ اور حضرت عمر ابن الخطابؓ سے سنی تھیں۔ اخلاق و عادات کے اعتبار سے بھی وہ بہت بلند خاتون تھیں اور پھر ام المومنین ہونے کا اعزاز تو دونوں جہانوں کا سب سے بڑا اعزاز تھا۔

ام المومنین حضرت حفصہؓ نے شعبان ۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ یہ امیر معاویہؓ کی خلافت کا دور تھا۔ مروان نے جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت ابوہریرہؓ گھر سے مدفن تک جنازہ کو کاندھا دینے والوں میں شامل رہے حضرت حفصہؓ کے بھائی عبداللہ بن عمرؓ اور ان کے لڑکوں عاصم، سالم، عبداللہ، حمزہ نے قبر میں اتارا، جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ اولاد کوئی نہیں چھوڑی۔ البتہ معنوی یادگاریں بہت سی ہیں۔



شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی مکتوبات

تالیف: خلیق احمد نظامی
ناشر: مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
صفحات: تین صد
قیمت: ۲۴ روپے

حضرت حکیم الامت امام ولی اللہ دہلویؒ کی شخصیت، آپ کی سیرت و کردار اور آپ کی خدمات دینی و ملی سے ایک زمانہ آگاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظلمت کدۂ ہند میں ایسے وقت پیدا کیا جب غازی اورنگ زیب عالمگیر مرحوم رخت سفر باندھنے والے تھے۔ اور حقیقت میں مغلیہ خاندان کی سطوت کا سورج غروب ہونے والا تھا۔ شاہ صاحب نے فکری اعتبار سے قوم و ملت کی قیادت کی اور انتشار و افراتفری کے ماحول میں اس کو روشنی کی کرن دکھائی۔ آپ کا کام دور دور تک پھیلا ہوا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے وقت و حالات کے پیش نظر کام کا انداز ہی یہ رکھا کہ تصنیف و تالیف کے ذریعہ قوم کی بیماریوں پر گفتگو کی اور ان کی اصلاح و تندرستی کے نسخے تجویز فرمائے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس دور سے لے کر آج تک فکری و عملی طور پر جو بھی صحیح کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے وہ فیض ہے حکیم الامت کے افکار عالیہ کا۔

شاہ صاحب کے کام کا ایک پہلو بلکہ نہایت اہم پہلو آپ کے وہ سیاسی مکتوبات ہیں جو آپ نے وقتاً فوقتاً برصغیر کی بعض اہم شخصیات کو ارسال فرمائے اور انہیں امور مملکت و اصلاح حال کے لیے مختلف قیمتی مشورے دئیے۔ جن لوگوں کو یہ خطوط لکھے گئے ان میں شاہ عالم کی والدہ محترمہ نواب زینت محل، نواب نجیب الدولہ، شیخ محمد عاشق، سید احمد روہیلہ، وزیر الممالک آصف جاہ، نواب فیروز جنگ، عماد الملک وزیر، تاج محمد بلوچ، نواب مجد الدولہ بہادر، نواب عبیداللہ کشمیری، حافظ جار اللہ پنجابی، میاں نیاز گل و ملا امان اللہ جیسے حضرات شامل ہیں۔

یہ نایاب خزانہ جناب خلیق احمد نظامی کے ذوق تحقیق و تجسس کے پیش نظر دستیاب ہوا۔ جنہوں نے بقول پروفیسر محمد حبیب صاحب مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، ہند کے قرون وسطیٰ کی تاریخ اور اس کے لٹریچر کا گہرا

انہماک اور ذہنی یکسوئی کے ساتھ مطالعہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جلیب صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خلیق صاحب سے مستقبل کی بڑی امیدیں وابستہ کی ہیں۔

خلیق صاحب کو یہ نایاب ذخیرہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے ناظم مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری (ضلع بجنور) کے کتب خانہ سے ملا جنہوں نے مخصوص ذوق کا قیمتی کتب خانہ جمع کر رکھا تھا۔

ان مکتوبات کی اشاعت و دریافت پر سب سے زیادہ گہری مسرت کا اظہار مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے کیا تھا جنہیں خلیق صاحب "فکرِ ولی اللٰہی کا آخری ماہر" قرار دیتے ہیں۔ لوگوں نے اس مجموعے کی صداقت پر شبہ کا اظہار کیا تو مولانا آزاد نے مرتب سے فرمایا:۔

"نہیں میرے بھائی! یہ خطوط تو خود بولتے ہیں ان میں شبہ کی کیا گنجائش؟"

اور بعد میں خلیق صاحب کو بعض اہم داخلی شہادتیں بھی مل گئیں جن کا انہوں نے دیباچہ میں ذکر کر دیا ہے۔

یہ مکتوبات ندوۃ المصنفین دہلی جیسے باوقار اور وقیع ادارہ نے شائع کئے اور اب ان کا فوٹو نسخہ لاہور سے شائع ہوا ہے۔ خلیق صاحب کے دیباچہ کے بعد پروفیسر جلیب صاحب کا پیش لفظ ہے۔ اس کے بعد مرتب کا فاضلانہ مقدمہ ہے۔ جس میں فکرِ ولی اللٰہی پر مفصل گفتگو کی گئی ہے اور مکتوبات کا پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد فارسی متن پھر اردو ترجمہ ہے جبکہ اردو ترجمہ کے بعد حواشی میں فاضل مرتب نے وہ قیمتی معلومات جمع کر دی ہیں جو سونے پر سہاگہ کا کام دیتی ہیں آخر میں ضمیمہ جات ہیں جن میں سے پہلا ضمیمہ شاہ ولی اللہ رح کی خود نوشت سوانح "الجزء اللطیف" اردو ترجمہ سمیت شامل کی گئی ہے۔ پھر آپ کی آخری علالت اور حالاتِ وصال پر تفصیلی مکتوب ہے۔ جو سید محمد نعمان نے حضرت شاہ ابو سعید حسنی بریلوی کے نام لکھا ہے اس طرح گویا سوانح حیات کا مکمل خاکہ ان دو ضمیمہ جات میں موجود ہے۔ تیسرے ضمیمہ میں مکتوبات کے جامع اول مولانا محمد عاشق پھلتی کی اس تصنیف کا تعارف ہے جو انہوں نے شاہ صاحب کی سوانح حیات کے سلسلہ میں لکھی تھی۔ چوتھا ضمیمہ آپ کے خاندان کے شجرہ اور پانچواں آپ کی تصانیف کے اجمالی تعارف پر مشتمل ہے۔ ضمیمہ ۶ میں شاہ صاحب کے ہم عصر سلاطین مغلیہ اور ان کے ادوار حکومت کا ذکر ہے جب کہ ضمیمہ ۷ میں احمد شاہ ابدالی پر مفصل گفتگو ہے جو شاہ صاحب کی عملی جدو جہد کی زندہ علامت و نشانی اور معرکہ پانی پت کا ہیرو ہے۔ ابدالی کے تمام حملوں کا تفصیلی ذکر شامل کتاب ہے جس سے آپ کو ایک درویش و ملا کی سیاسی بصیرت و تدبر کا بخوبی اندازہ ہوگا۔ اس کے بعد کے ضمیمہ میں نجیب الدولہ کا مفصل تذکرہ ہے کہ وہ بھی شاہ صاحب کی عظیم دریافت ہے اور آخری دو ضمیموں میں نواب مجد الدولہ اور سید احمد روہیلہ کا تعارف ہے۔

اس طرح یہ کتاب نہ صرف شاہ صاحب کے مکتوباتِ سیاسیہ کی دستاویز ہے بلکہ ایک طویل دور کی ایسی تاریخی دستاویز بن گئی ہے جو ہر باذوق اور ماضی کے صحیح واقعات سے آگاہ ہونے کا شوق رکھنے والے انسان کے لیے ناگزیر ہے۔

خلیق صاحب نے جس خلوص، محنت، جانکاہی اور محبت سے اس کتاب کو مرتب کیا ہے اس پر وہ ملت کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ کوئی لائبریری اس کتاب کے بغیر مکمل نہیں کہلائی جا سکتی اور نہ ہی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والا کوئی فرد اس سے صرفِ نظر کر سکتا ہے۔

کتاب مکتبہ رحمانیہ کے علاوہ شیخین رضی اللہ عنہما اکیڈمی ۳۶ / بی آئی بی کالونی کراچی ۵ سے بھی دستیاب ہے۔



نصیحت نامہ

دیوبند کے مادر زاد ولی میاں سیّد اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا کی بے ثباتی اور اس کے مصائب پر ایک دلچسپ تحریر "نصیحت نامہ" کی شکل سے سامنے آئی ہے جس کے آخر میں آں مرحوم کے ملفوظات بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔ یہ ملفوظات نثر کے بجائے نظم کی زبان میں ہونے کے پیشِ نظر زیادہ مؤثر اور بلیغ ہیں مثلاً "الفتِ خدا" کے ضمن میں فرماتے ہیں ؎

کسی کو کچھ کسی کو کچھ دیا ہے!
وہی اچھا جسے اپنا کیا ہے

اور "الفتِ رسولؐ" کے طویل قصیدہ میں فرماتے ہیں ؎

واہ اے سیّدِ والا نسبی صلِ علیٰ
تم سا ہوگا نہ ہوا راہ بتانے والا

اور "روداد اسلام" کے عنوان آپ نے مسلمانوں کو جو جھنجھوڑا ہے تو وہ معرکہ کی چیز ہے جس کا اختتام یوں ہوتا ہے ؎

آج ہم کو آپ کرنی چاہیے اپنی مدد
چشمِ استمداد اوروں سے خیالِ خام ہے

اور آخر میں "فقیر کی صدا" کے عنوان سے چند اشعار ہیں جو "جنگِ بلقان" کے مجاہدین و متاثرین کی امداد کے سلسلہ میں کہے گئے ہیں —— ایک شعر ہے ؎

قومی مدد کا موقع ایسا نہیں ملے گا
کیا بار بار ہوں گے بلقان کے جھمیلے

الغرض عبرت و نصیحت کا یہ مرقع جو ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی لاہور سے شائع ہوا ہے اس قابل ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ تشہیر ہو تاکہ دنیائے دنی میں پھنسے ہوئے اربابِ غفلت ہوش سے کام لے کر دارِ آخرت کے لیے تیاری کر سکیں:

قیمت محض تین روپے ہے جو بالکل واجبی ہے ——

رضا خانی دین

بریلی کے "اعلحضرت" جنہوں نے مسلمان قوم کے ایک ایک فرد چاہے چھوٹا ہو یا بڑا کو کافر قرار دے کر یہاں کفر سازی کا وہ مکروہ دھندا شروع کیا جس کی شدّت و حدّت اب تک ختم نہیں ہو رہی اور اس روش سے ملّت کو جو نقصان پہنچا وہ ناقابل تلافی ہے۔ فتوٰی کی اہمیت و وقعت ختم ہوئی، مسلمان انتشار کا شکار ہوئے۔ اور اغیار کو پنجے گاڑنے کا موقعہ مل گیا اور ان کا دَورِ استبداد طویل سے طویل تر ہو گیا۔ اہل حق نے ہر چند صرفِ نظر کرنے کی کوشش کی لیکن بسا اوقات مجبور ہو کر یاروں کو آئینہ دکھانا پڑا۔ ایسی ہی ایک کوشش جناب مولانا مفتی محمد سعید صاحب میانوی قدس سرہٗ نے کی جو کچھ عرصہ قبل اللہ کو پیارے بھی ہو گئے۔

اس کتاب میں دوسروں کو توہین رسالت (العیاذ باللہ) کا الزام لگانے والوں کو ایسا آئینہ دکھایا گیا ہے کہ اگر ان کے ضمیر مر نہیں گئے اور ان کی آنکھوں میں شرم و حیا باقی ہے تو وہ نہ صرف دھندا تکفیر سے توبہ کریں گے بلکہ اپنے "اعلحضرت" سے بھی قطع تعلق کر لیں گے۔ ساتھ ہی سیاسی طور پر اس طائفہ کا پس منظر اور مالہ وما علیہ اچھی طرح اجاگر کیا گیا ہے۔ اس فن سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے قیمتی کتاب ہے بلکہ

کلمۂ حق

تطہیرِ زباں ہے لَا اِلٰہ وحدت کی زباں ہے اِلَّا اللہ
تکمیلِ سراپا نورُ اللہ محمّد رّسول اللہ
یہ مشعلِ دینِ محمدؐ ہے تنویر اسی سے ملتی ہے
اسلام کی رُوح کا ہے مصدر سُبحانَ اللہ سُبحانَ اللہ

محمد بخش اسلم۔ مہاچھوں

بقیہ درس حدیث

ص ۱۳ سے آگے

فرماتی ہیں کہ جب حضورؐ نے غسل واجب کرنا ہوتا تو حضورؐ کیسے کرتے؟ سب سے پہلے حضورؐ اپنے ہاتھ مبارک دھوتے۔ اس کے بعد وضو فرماتے جیسے نماز کے لیے وضو کیا جاتا ہے۔ یعنی نماز کی طرح کامل وضو کیجیے۔ اور اس کے بعد غسل فرمایئے جب آپ پہلے وضو کر لیں اور اس کے بعد غسل سے فارغ ہو جائیں تو غسل کے بعد نماز کے لیے پھر وضو نہ کریں۔ کیونکہ یہ وضو منع ہے — جیسا کہ بعض حضرات کی عادت ہے غسل کے بعد وضو کرتے ہیں اور پھر نماز پڑھتے ہیں۔ البتہ اس صورت میں جب غسل سے فارغ ہونے کے بعد وضو ٹوٹ جائے کسی سبب سے تو وضو کرنا چاہیے۔ اگر آپ وہ ایسی جگہ غسل کر رہے ہیں جہاں سے پانی بہہ جاتا ہے۔ جیسے آج کل غسل خانے بنے ہوئے ہیں تو وہاں پاؤں بھی دھو لیجئے لیکن ایسی جگہ اگر غسل کر رہے ہیں جہاں پانی کھڑا ہو جاتا ہے اور پاؤں مٹی آلود ہو جاتے ہیں تو اس جگہ پاؤں نہ دھویئے۔ بلکہ باہر آ کر علیحدہ پاؤں دھو لیجئے۔ جیسا کہ دیہی علاقوں میں جگہیں بنی ہوتی ہیں۔

تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ آپؐ کے غسل کا طریق یہ تھا کہ پہلے ہاتھ دھوئے پھر وضو کیا۔ لیکن یاد رکھئے وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے۔ البتہ غسل واجب میں ناک اور منہ میں پانی ڈالنا واجب اور لازم ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد آپؐ نے سر پر پانی ڈالا، پھر دائیں شانے پر اس کے بعد بائیں شانے پر۔ اور اس کے بعد آپ حسب ضرورت پانی ڈالتے رہے۔

تو یہ ہے غسلِ واجب کا اسلامی طریقہ جو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس روایت میں حضورؐ کے غسل واجب کا طریق ذکر کیا ہے۔

بقیہ: درس حدیث

آپ پر مسئلہ واضح ہو گیا ہوگا کہ میاں بیوی کی ہمبستری کے بعد دونوں پر غسل واجب ہے اور دونوں کا معاملہ ایک ہی ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رضؓ قَالَتْ قَالَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ فَہَلْ عَلَی الْمَرْأَۃِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ اِذَا رَأَتِ الْمَاءَ ۔ الخ

یہ حدیث جو میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھی ہے اس کی راویہ حضرت ام سلمہؓ ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ حضرت ام سُلیمؓ نے جو حضرت انسؓ کی والدہ ہیں۔ ایک مرتبہ حضورؐ سے آکر ایک مسئلہ دریافت کیا مسئلہ ایسا تھا جس کے اظہار اور بیان سے حیا محسوس ہو۔ آپ نے بھی محسوس کیا ہوگا کہ ابھی غسل کے بارہ میں جب حضورؐ کا ارشاد میں بیان کر رہا تھا تو زبان کچھ رکتی تھی یعنی ایسے الفاظ میں مسئلہ دریافت کیا جائے کہ مخاطب مسئلہ کو سمجھ جائے چاہے صراحت کے ساتھ یا کنایہ کے الفاظ میں لیکن کنایہ ایسا بھی نہ ہو کہ مخاطب مسئلہ ہی نہ سمجھ سکے۔ یہ تو دین ہے اور دین تو بہر حال سمجھنا ہوگا سمجھانا ہوگا۔ اور جس طرح دین کا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا مردوں کے لیے ضروری ہے عورتوں کے لیے بھی ضروری ہے۔

اب آپ غور فرمایئے حضرت ام سُلیمؓ حضورؐ سے مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں لیکن حیا محسوس ہوتا ہے اس لیے معذرتاً پہلے یہ کہتی ہیں کہ ان ا لا یستحی من الحق ـــ کہ یا رسول اللہ! اللہ سچ کہنے سے حیا نہیں کرتا۔ اس کو یوں سمجھئے جیسے ہم کہتے ہیں۔ شرع میں کیا شرم ہے۔ یہ الفاظ کہنے سے ان کا یہ مقصد تھا کہ حضورؐ اس بات کو سمجھ جائیں کہ کوئی ایسا مسئلہ یہ دریافت کرنا چاہتی ہیں جو عام طور پر عورتوں کے لیے مردوں سے پوچھنا مشکل ہوتا ہے۔

عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ! آپ یہ فرمائیں کہ جب عورت کو خواب میں احتلام ہو جائے تو کیا اس پر بھی غسل واجب ہے جس طرح مرد پر واجب ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ عورت پر بھی غسل واجب ہے بشرطیکہ جاگنے کے بعد اس کو تری محسوس ہو۔

حضرت ام سلمہؓ جو آپؐ کی بیوی ہیں، ام المومنین ہیں، وہ پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب ام سلیمؓ نے مسئلہ دریافت کر لیا تو انھوں نے شرم سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اور عرض کیا۔ وقالت یا رسول اللہ! اَوَ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَۃُ۔ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟

آپؐ نے کہا کیوں نہیں عورت کی اولاد کیسے ہوتی ہے؟ جیسے مرد کو پانی آتا ہے ایسے ہی عورت کو بھی پانی آتا ہے۔ پھر دونوں کے پانی میں سے جو سبقت لے جائے غالب آجائے اولاد اسی کے مشابہ ہوتی ہے۔

ام المومنینؓ کو اب اس مسئلہ کا علم نہیں تھا اور نہ ہی کبھی سابقہ پڑا تھا۔ اس لیے آپؐ نے فرمایا کہ عورت یا مرد جب ایسا خواب دیکھے جس میں جماع کی لذت محسوس کرے تو جاگنے کے بعد صرف جماع کی لذت سے غسل واجب نہیں ہوتا بلکہ جاگنے کے بعد عورت یا مرد تری دیکھے تب غسل واجب ہوگا۔

عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَۃِ بَدَءَ فَغَسَلَ یَدَیْہِ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ ۔ الخ

کتاب و سنت کا سننا سمجھنا فرض ہے اور جو شخص نہیں سنتا وہ ایک فرض کا تارک ہے اور قیامت کے دن اس سے کوئی جواب نہیں بن آئے گا۔ وہ مسلمان ہے اور قرآن و سنت اور اسلامی شریعت سے اس کو واقف ہونا ضروری ہے کوئی مسئلہ دین کا نہیں جانتے تو علماء سے پوچھو، سنو، سمجھو اور عمل کرو۔

فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اگر دنیا کا کوئی کام الجھ جائے تو فوراً کسی ماہر سے رجوع کرتا ہے۔ تو دین کا مسئلہ الجھنے سے کسی عالم دین سے کیوں رجوع نہیں کرتا۔ کیا دین کی اہمیت و وقعت اس کی نگاہ میں کم ہے؟ آپ غور فرمائیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

باقی صفحہ ۳۰ پر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۷۳ | خدام الدین | ٹیلی فون نمبر ٦٥١٢٥

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱: لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G ۱۶۳۲۱ مؤرخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵٦ء ۲: پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری TBC ۲۲۷-۲۲۸۱ مؤرخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۷ء
۳: کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۲۰۷۶۷-۹-DDA مؤرخہ ۲۴ اگست سنہ ۶۳ء ۴: راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو GM/۲۰-۱۵۳۱۰ مؤرخہ ۳ مارچ سنہ ٦٦ء